۵

سہ ماہی کتابی سلسلہ

قندیلِ سلیماں

جنوری تا مارچ ۲۰۱۵ء

خانقاہِ معلیٰ حضرت مولانا محمد علیؒ، مکھڈ شریف (اٹک)

حضرت خواجہ غلام زین الدین ترگویؒ، ٹبہ شریف، ترگ (میانوالی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سہ ماہی مجلہ

جنوری تا مارچ
۲۰۱۵ء

قندیلِ سلیمان

مکھڈ شریف (اٹک)

بفیضانِ نظر
شہبازِ چشت
حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی رح

بیادگار
حضرت مولانا محمد علی مکھڈی رح
مکھڈ شریف

زیرِ سرپرستی
حضرت مولانا فتح الدین چشتی
مدظلہ العالی

ہدیہ سالانہ پانچ سو روپے

فی شمارہ 150 روپے

سرکولیشن منیجر: فدا حسین ہاشمی — سرورق اینڈ کمپوزنگ: محمد اسحاق، اسلام آباد — تصاویر: محمد زاہد محمود

پرنٹرز/ پبلشرز:۔ نظامیہ دارالاشاعت خانقاہِ معلیٰ حضرت مولانا محمد علیؒ مکھڈی، مکھڈ شریف، (اٹک)

فون: 0333-5456555, 0346-8506343, 0343-5894737, 0334-8506343

ای میل: sajidnizami92@yahoo.com

فہرستِ مندرجات

☆ اداریہ — مدیر — ۵

گوشۂ عقیدت:

☆ حمدِ باری تعالیٰ — خواجہ الطاف حسین حالیؔ — ۷
☆ نعتِ رسولِ مقبول ﷺ — ساغر صدیقی — ۸
☆ نعتِ رسولِ مقبول ﷺ — ارشد محمود ناشاد — ۹
☆ منقبت حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہیؒ — علامہ ڈاکٹر محمد اقبال — ۱۰

خیابانِ مضامین:

☆ نیست ممکن جز بہ قرآں زیستن — علامہ آفتاب احمد رضوی — ۱۲
☆ شمائل نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام — علامہ قاری سعید احمد — ۱۵
☆ تذکرہ اولیائے چشت — مولوی محمد رمضان معینی — ۲۰
☆ ملفوظاتِ نذر صابری — ڈاکٹر عبدالعزیز ساحر — ۲۸
☆ سجادہ نشینانِ حضرت مولانا محمد علیؒ مکھڈی — محمد ساجد نظامی — ۳۲
[۵۔ حضرت مولانا محمد فضل الدینؒ مکھڈی]
☆ مثنوی ''جنگ نامہ منسوب بہ قاسم نامہ'' — مولانا شمس الدین اخلاصیؒ — ۳۸
☆ تذکرہ اساتذہ کرام درس گاہ حضرت مولانا محمد علیؒ مکھڈی — علامہ حافظ محمد اسلم — ۴۱

حدیقۂ شریعت:

☆ مسائلِ وضو — علامہ صاحبزادہ بشیر احمد — ۴۷

☆مختصر مقالات — علامہ بدیع الزماں نوریؒ — ۵۰

دریچۂ انتقاد

رقصِ شرر — قمر زمان — ۵۴

فروغِ نعت — نصرت بخاری — ۵۹

گوشہ: حضرت خواجہ غلام زین الدینؒ ترگوی

☆ کوائفِ حیات — ادارہ — ۶۵

☆ حضرت مولانا پیر غلام زین الدینؒ مکھڈی ثم ترگوی — راجہ نور محمد نظامی — ۶۹

☆ حضرت خواجہ محمد زین الدین چشتی نظامیؒ کے چند گہر پاروں کا تعارف — ڈاکٹر رانا غلام یٰسین — ۸۵

☆ حضرت خواجہ غلام زین الدینؒ بطور مدرس — علامہ حافظ محمد ہاشم — ۹۷

☆ حضرت خواجہ غلام زین الدین چشتی نظامیؒ نوراللہ مرقدہ کی دینی خدمات — علامہ بشیر احمد — ۱۰۲

☆ پیرِ کامل صورتِ ظلِ الٰہ — علامہ دوست محمد شاہ غنی — ۱۰۵

☆ منقبت — خالد محمود نقشبندی مجددی — ۱۱۲

☆ منقبت — عمر حیات منور — ۱۱۴

❀ ❀ ❀

اداریہ

حضرت داتا علی ہجویریؒ ''کشف المحجوب'' میں بے علم عابدوں اور بے عمل عالموں کے بارے میں فرماتے ہیں۔

''آنحضرت ﷺ نے بے علم عابدوں کو خراس کے گدھے کی طرح قرار دیا ہے۔ وہ گدھا کتنے ہی چکر لگائے، اپنے پہلے قدم پر ہی رہتا ہے اور آگے کا راستہ طے نہیں کر سکتا۔ میں نے لوگوں کا ایک ایسا گروہ دیکھا ہے جو عمل کے مقابلے میں علم کو فضیلت دیتا ہے اور دوسرا گروہ علم کے مقابلے میں عمل کو ترجیح دیتا ہے، لیکن یہ دونوں باتیں باطل ہیں اسی لیے علم کے بغیر عمل، عمل نہیں سمجھا جاتا بلکہ عمل اسی وقت عمل ہوتا ہے جب علم اس کے ساتھ شامل ہو، تاکہ انسان اس کی (علم کی) وجہ سے ثواب کا مستحق ہو سکے جیسا کہ نماز میں انسان کو ارکانِ طہارت اور پاک صاف پانی کی پہچان نہ ہو اور اسے قبلہ کی معلومات، نیت کی کیفیت اور نماز کے ارکان کا علم نہ ہو، اس کی نماز ہی نہیں ہوتی، اسی لیے جب عمل حقیقت میں علم ہی سے حاصل ہوتا ہے تو جاہل عمل کو علم سے جدا کس طرح کر سکتا ہے۔ جو لوگ علم کو عمل پر فضیلت دیتے ہیں وہ بھی درست نہیں کرتے کیونکہ عمل کے بغیر علم کو، علم تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

نبذ فریق من الذین اوتو الکتاب کتاب اللہ وراء ظھو رھم کا نھم لا یعلمون .

(اہلِ کتاب میں ایک گروہ نے اللہ کی کتاب کو پسِ پشت ڈال دیا۔ گویا وہ اسے جانتے ہی نہیں۔ سورۃ البقرہ، آیت ۱۰۱)

''قندیلِ سلیماں'' کا پانچواں شمارہ حاضر خدمت ہے۔ زیرِ نظر شمارے میں حضرت خواجہ غلام زین الدین ترگویؒ کے احوال و آثار پر خصوصی مظامین شامل کیے گئے ہیں۔ اس شمارے کا ایک سہ ماہی تاخیر سے شائع ہونے کا باعث مختلف اہلِ قلم کے مضامین کا انتظار تھا جو بوجوہ طویل تر ہوتا گیا۔ ہم نے بارہا حضرت خواجہؒ کے ہم جلیس اور ان کے سفر و حضر میں ساتھ رہنے والوں سے مضامین کی فراہمی کے سلسلے میں رابطہ کیا لیکن وہ اپنی مصروفیات کی بنا پر کوئی تحریر جلد نہ بھجوا

سکے۔اس گوشے میں اگر آپؒ کی حیاتِ طیبہ کے کچھ گوشے تشنہ رہ گئے ہوں تو آئندہ کی کسی اشاعت میں ان شاءاللہ ہم اس کمی کو پورا کرنے کی مقدور بھر کوشش کریں گے۔

مدیر

☆☆☆

حمد

خواجہ الطاف حسین حالؔی

قبضہ ہو دِلوں پر کیا اور اس سے سوا تیرا
اک بندۂ نافرماں ہے حمد سرا تیرا
گو سب سے مقدّم ہے حق تیرا ادا کرنا
بندے سے مگر ہوگا حق کیسے ادا تیرا
محرم بھی ہے ایسا ہی جیسا کہ ہے نامحرم
کچھ کہہ نہ سکا جس پر یاں بھید کُھلا تیرا
جچتا نہیں نظروں میں یاں خلعتِ سُلطانی
کملی میں مگن اپنی رہتا ہے گدا تیرا
تُو ہی نظر آتا ہے ہر شے پہ محیط اُن کو
جو رنج و مصیبت میں کرتے ہیں گِلا تیرا
آفاق میں پھیلے گی کب تک نہ مہک تیری
گھر گھر لیے پھرتی ہے پیغام، صبا تیرا
ہر بول ترا دل سے ٹکرا کے گزرتا ہے
کچھ رنگِ بیاں حالؔی ہے سب سے جدا تیرا

☆☆☆

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

ساغر صدیقی

بزمِ کونین سجانے کے لیے آپ آئے
شمعِ توحید جلانے کے لیے آپ آئے

ایک پیغام جو ہر دل میں اُجالا کر دے
ساری دُنیا کو سُنانے کے لیے آپ آئے

ایک مُدّت سے بھٹکتے ہوئے انسانوں کو
ایک مرکز پہ بُلانے کے لیے آپ آئے

ناخُدا بن کے اُمنڈتے ہوئے طوفانوں میں
کشتیاں پار لگانے کے لیے آپ آئے

قافلے والے بھٹک جائیں نہ منزل سے کہیں
دُور تک راہ دکھانے کے لیے آپ آئے

چشمِ بیدار کو اَسرارِ خدائی بخشے
سونے والوں کو جگانے کے لیے آپ آئے

☆☆☆

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

ارشد محمود ناشاد

آنکھ وہ آنکھ ہے جو تیری تماشائی ہو
دل وہ دل ہے جو ترے در کا تمنائی ہو

میرے مولاؐ! مرے اُجڑے ہوئے ویرانے میں
آپ آ جائیں تو ہر سو چمن آرائی ہو

اُس کی دہلیز پہ جھکتے ہیں زمانے آ کر
"جس کو حاصل تری چوکھٹ کی جبیں سائی ہو"

میری باتوں میں ترے ذکر کی مہکار اُترے
میرے لفظوں کو عطا حسنِ پذیرائی ہو

تیرے انوار سے رخشندہ ہو جلوت میری
تیری خوش بُو سے مہکتی مری تنہائی ہو

میرا اعزاز رہے تیری غلامی کی سَنَد
تیری نسبت کا شرف وجہِ شناسائی ہو

☆☆☆

منقبت حضرت نظام الدین محبوبِ الٰہیؒ
(التجائے مسافر بہ درگاہِ حضرت محبوبِ الٰہیؒ)

علامہ ڈاکٹر محمد اقبال

فرشتے پڑھتے ہیں جس کو وہ نام ہے تیرا ۱ بڑی جناب تری، فیض عام ہے تیرا
ستارے عشق کے تیری کشش سے ہیں قائم ۲ نظامِ مہر کی صورت نظام ہے تیرا
تری لحد کی زیارت ہے زندگی دل کی ۳ مسیح و خضر سے اونچا مقام ہے تیرا
نہاں ہے تیری محبت میں رنگِ محبوبی ۴ بڑی ہے شان، بڑا احترام ہے تیرا

اگر سیاہ دِلم، داغِ لالہ زارِ تو ام
وگر کشادہ جبینم، گلِ بہارِ تو ام

چمن کو چھوڑ کے نکلا ہوں مثلِ نکہتِ گل ہوا ہے صبر کا منظور امتحاں مجکو
چلی ہے لے کے وطن کے نگار خانے سے شرابِ علم کی لذت کشاں کشاں مجکو
نظر ہے ابر کرم پر، درختِ صحرا ہوں کیا خدا نے نہ محتاجِ باغباں مجکو
فلک نشیں صفتِ مہر ہوں زمانے میں تری دعا سے عطا ہو وہ نرد باں مجکو
مقام ہمسفروں سے ہو اس قدر آگے کہ سمجھے منزلِ مقصود کارواں مجکو
مری زبانِ قلم سے کسی کا دل نہ دُکھے کسی سے شکوہ نہ ہو زیرِ آسماں مجکو
دِلوں کو چاک کرے مثلِ شانہ جس کا اثر تری جناب سے ایسی ملے فغاں مجکو
بنایا تھا جسے چُن چُن کے خار و خس میں نے چمن میں پھر نظر آئے وہ آشیاں مجکو
پھر آ رکھوں قدمِ مادر و پدر پہ جبیں کیا جنھوں نے محبت کا رازداں مجکو
وہ شمعِ بارگہِ خاندانِ مرتضوی رہے گا مثلِ حرم جس کا آستاں مجکو

نفس سے جس کے کھلی میری آرزو کی کلی
بنایا جس کی مروت نے نکتہ داں مجکو

دعا یہ کر کہ خداوندِ آسمان و زمیں
کرے پھر اس کی زیارت سے شادماں مجکو

وہ میرا یوسفِ ثانی ، وہ شمعِ محفلِ عشق
ہوئی ہے جس کی اخوت قرار جاں مجکو

جلا کے جس کی محبت نے دفترِ من وتو
ہوائے عیش میں پالا ، کیا جواں مجکو

ریاضِ دہر میں مانندگل رہے خنداں
کہ ہے عزیز تر از جاں وہ جانِ جاں مجکو

شگفتہ ہو کے کلی دل کی پھول ہو جائے!
یہ التجائے مسافر قبول ہو جائے!

☆☆☆☆☆

نیست ممکن جز بہ قرآں زیستن

علامہ آفتاب احمد رضوی ☆

نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم ..امابعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ..بسم اللہ الرحمن الرحیم..ربنا وابعث فیھم رسولا منھم یتلوا علیھم آیتک ویعلمھم الکتب والحکمۃ ویزکیھم انک انت العزیز الحکیم..

ترجمہ:اے ہمارے رب اور بھیج ان میں ایک رسول انھیں میں سے کہ ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انھیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے اور انھیں خوب ستھرا فرماوے ۔بے شک تو ہی غالب حکمت والا ہے(بقرہ۔۱۲۹)

وَيُزَكِّيْهِمْ کے تحت صدرالافاضل رحمۃ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔ستھرا کرنے کے یہ معنی ہیں کہ لوحِ نفوس اور ارواح کو کدورات سے پاک کر کے حجاب اٹھاویں اور آئینہ استعداد کو جلا فرما کر انھیں اس قابل کردیں کہ ان میں حقائق کی جلوہ گری ہو سکے۔(تفسیر خزائن العرفان۔صفحہ۳۶)

اسی مقام پر علامہ نسفی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔ویطھرھم من الشرک وسائر الارجاس،اوران کو شرک اور تمام نجاستوں سے پاک کرے(تفسیر۔۔۔۔التنزیل۔صفحہ۵۹)

ارشادِ ربانی ہے۔قد افلح من تزکی،تحقیق اس نے فلاح پائی جس نے اپنے آپ کو پاکیزہ کیا(الاعلیٰ)جس نے نفس کو آلائشوں سے منزہ کیا۔خباثتوں اور نجاستوں سے دھویا اس نے فلاح اور کامیابی و کامرانی کو حاصل کیا۔رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

☆ مہتمم جامعہ اسلامیہ،عیسیٰ خیل(میانوالی)

ان الناس لكم تبع وان رجالا یاتونکم من اقطار الارض یتفقهون فی الدین فاذااتو کم فاستو صوابهم خیرا،

ترجمہ: بے شک لوگ تمہاری تابعداری کریں گے اور بیشک تمہارے پاس مختلف علاقوں سے لوگ آئیں گے جب وہ تمہارے پاس آئیں تو تم ان کو بھلائی کی نصیحت کرنا (مشکوۃ ۔کتاب العلم)

اس حدیثِ پاک کی وضاحت کرتے ہوئے شیخ ملاعلی قاری علیہ رحمۃ تحریر فرماتے ہیں،

فان الشریعة اقوالی والطریقه الفعالی والحقیقه احوالی۔

ترجمہ: بے شک شریعت میرے اقوال ہیں اور طریقت میرے افعال ہیں اور حقیقت میرے احوال ہیں ۔حضور نبی کریم ﷺ نے فرائضِ نبوت کو بحسن وخوبی نبھایا ہے کتاب اللہ کی تعلیم ،حکمت کی تعلیم ،مومنون کا تزکیہ، باطنی علوم کی تعلیم ،جب حضور علیہ الصلوۃ والسلام ظاہری حیاتِ مبارکہ میں تشریف فرما تھے، کائنات کی رہنمائی خود فرر ہے تھے، رشد وہدایت کا مکمل اہتمام فرماتے، ہر طالب، مطلوبِ حقیقی پا کر ہی رخصت ہوتا۔

جب نبی کریم ﷺ نے وصال فرمایا اور حضرات صحابہ کرامؓ پر بھاری ذمہ داریاں آئیں۔ انھوں نے احسن طریقے سے انجام دیا۔ تابعین اور تبع تابعین رحمہم اللہ ان کے بعد تشریف لائے ۔وہ بھی اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوئے۔

دعوتِ دین، تعلیم کتاب، تلاوتِ آیات، تعلیم حکمت ،تزکیہ اور باطنی علوم کی تعلیم کا فریضہ حضور ﷺ کی حقیقی جانشین اور سچے وارث نبھانے لگے۔ تسلسل اور تواتر آج تک قائم ہے۔ تزکیہ نفس، دین کا ایک اہم شعبہ ہے۔ ہر قسم کے گناہوں سے اپنے آپ کو پاک صاف رکھنا اور جہد مسلسل سے اس کو صاف شیشہ بنانا طویل ، جاں گسل اور صبر آزما عمل ہے۔ نفس شیطان کے خلاف کمر بستہ رہنا اور ہر پل چاک وچوبند رہنا تقاضائے ایمان ہے۔ انسان کو رب سے دور کرنے اور راہِ تمرد میں پڑے رہنے پر ابھارنے اور برانگیختہ کرنے کے لیے عناصر شب وروز

مصروف عمل ہیں۔ جیسا کہ ہر طبقے اور میدان میں راہبر اور رہنما کی حاجت اور ضرورت ہوتی ہے اس طرح تمام تر عملی نجاستوں، عملی قباحتوں، قولی فعلی اور احوالی رذائل سے بچنے کے لیے ایسے استاد کی ضرورت رہتی ہے، جو ان تمام برائیوں کی جڑ کاٹ دے اور ربِ کریم کے دربارِ گہر بار سے رشتہ عبدیت جوڑ دے اور اسلام کے آفاقی اور ہمہ گیر پیغام میں باطن اور روح میں نافذ کردے۔ ہادی اور امام کے بغیر نہ حیات قابلِ رشک ہوسکتی ہے نہ بعد ممات کے مرحلے آسان ہو سکتے ہیں۔

ارشاد ربانی ہے۔ **یوم ندعو اکل اناس بامامھم،**

ترجمہ: جس دن ہم ہر گروہ کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔ (۱۷/۷)

امام اہلِ سنت الشاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔ جب اس شخص نے آئمہ ہدیٰ کو اپنا مرشد و امام نہ مانا تو امامِ ضلالت یعنی شیطان لعین کا مرید ہوا، اور روزِ قیامت اسی کے گروہ میں اٹھے گا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ (فتاویٰ رضویہ۔ ج ۲۱، ص ۴۸۱)

☆☆☆☆☆

شمائلِ نبوی علیہ الصلوۃ والسلام

☆علامہ قاری محمد سعید

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معجزاتِ کبریٰ عطا فرمائے جو نقص تناہی اور عیب تحدید سے منزہ ہیں۔مخلوق کی گنتی سے ماوراہیں۔سائل جو چاہتا ہے وہ معجزہ دکھلایا جاتا ہے جو دلیل وہ طلب کرتا ہے وہی پیش کی جاتی ہے بلکہ یوں کہیے کہ ہر نبی ورسول معجزہ اور دلیل لے کر آیا اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم مجسم معجزہ اور دلیل بن کر آئے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی سرتاپا معجزہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر عضو اور جزو بدن معجزہ ہے۔

چشمانِ مصطفیٰ ﷺ: اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی وسعتِ نظر عطا فرمائی کہ دنیا جہاں کی کوئی شے نگاہِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔اس لیے کہ نورِ خدا چشمانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے۔نورِ خدا کا کمال یہ ہے کہ اس سے کوئی چیز چھپی نہیں رہتی۔ اللہ تعالیٰ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا ''یااللہ! میرے خالق ومالک! میں تجھ سے کلام کرتا ہوں تو تیرے دیدار کی تمنا پیدا ہوتی ہے یااللہ آج میری یہ آرزو بھی پوری کردے۔بارگاہِ رب العزت سے حکم ہوا اگر میرا جلوہ دیکھنا چاہتے ہو تو جبل طور پر آجاؤ۔موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر تشریف لے گئے **فلما تجلی ربہ للجبل** کی تفسیر خود صاحبِ قرآن نے بیان فرمائی۔سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی اور فنافی الرسول جناب قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل فرمایا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

☆ مدرس جامعہ زینت الاسلام، ترگ شریف (میانوالی)

لـمـا تـجـلـى الله عزوجل لموسى عليه السلام كان يبصر النملة على الصفا فى اليلة الظلماء مسيرة عشرة فراسخ..

ترجمہ: جب اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تجلی فرمائی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام رات کے اندھیرے میں تیس میل کی مسافت سے پتھر پر چلتی ہوئی چیونٹی کو دیکھ لیتے تھے۔(الشفاتعریف حقوق المصطفیٰ ،مطبوعہ مکتبہ شانِ اسلام، مصنف العلامہ القاضی ابی الفضل عیاض ،التوفی ۵۴۴ھ)

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب چاہتے اتنی مسافت سے چیونٹی کو ملاحظہ فرمالیتے تھے اب دیکھئے جنابِ موسیٰ علیہ السلام عرش پر نہیں گئے بلکہ کوہِ طور پر گئے۔انھوں نے ذات کو نہیں دیکھا بلکہ ایک تجلی کے کروڑویں حصے کو دیکھا اور وہ بھی واسطے کے ساتھ نہ بغیر واسطے کے،مگر پھر بھی نورِ خدا کا اتنا کامل وافضل اوراعلیٰ فیض ملا کہ رات کے اندھیرے میں تیسویں میل کی دوری سے ہاتھی کو نہیں بلکہ چیونٹی کو دیکھ لیتے تھے۔غور کیجیے جو سدرہ کے راہی ہوں۔دیکھا بھی بغیر واسطے کے اور دیکھا بھی ذاتِ خدا کو ہو،اس نگاہ کی وسعتوں کا اندازہ کون کرسکتا ہے اوراس نگاہِ فیض سے کون سی چیز پوشیدہ رہ سکتی ہے۔

دوسری دلیل:امام الانبیاء حبیبِ کبریا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا مـامـن شی لم اکن اریته الارایته فی مقامی هذا حتیٰ الجنة والنار..

ترجمہ: جو چیز میں نے پہلے نہیں دیکھی تھی اس جگہ دیکھ لی حتیٰ کہ جنت اور دوزخ بھی۔ (بخاری شریف،جلداول،کتاب العلم باب مـن اجـاب الـفتيا باشارة اليد والرأس ص ۱۸، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ،کراچی)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی مکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت جو کہ ساتوی آسمانوں سے اوپر ہے اس کو بھی دیکھ لیا اور جہنم جو ساتوں زمیوں کے نیچے ہے اس کو بھی دیکھ لیا۔معلوم ہوا کہ از تـحـت الثریٰ تـا عـرش علیٰ سب کچھ نگاہِ مصطفیٰ میں ہے۔

تیسری دلیل: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جان دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان اللہ زوٰی لی الارض فرایت مشارقھا ومغاربھا۔۔

ترجمہ: بے شک اللہ تعالی نے میرے لیے زمین کوسمیٹ دیا ہے تو میں نے اس کے مشارق اور مغارب کو دیکھ لیا۔ (مسلم شریف، جلد ثانی،ص ۳۹۰ کتاب الفتن واشراط الساعۃ، قدیمی کتب خانہ،کراچی) توجس محبوب کے لیے زمین کوسمیٹ کر مشارق ومغارب کا سب کچھ دکھایا گیا ہو،اس کی نظروں سے کونسی چیز پوشیدہ رہ سکتی ہے۔

اندھیرے اوراجالے میں دیکھنا ایک برابر: ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ علیہ عنھا فرماتی ہیں کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یری فی الظلماء کما یری فی الضوء۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اندھیرے میں بھی ایسے ہی ملاحظہ فرماتے تھے جیسے روشنی میں (الخصائص الکبریٰ، جلد اول،ص ۱۰۴ ،مصنف ابی الفضل جلال الدین عبدالرحمٰن ابی بکر السیوطی،مطبوعہ المکتبہ الحقانیہ)

ایک ہی وقت میں آگے اور پیچھے دیکھنا: جناب ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایاھل ترون قبلتی ھٰھنا فواللہ مایخفی علی خشوعکم ولا رکوعکم انی لاراکم من ورآءِ ظھری..

ترجمہ: کیاتم یہی سمجھتے ہو کہ میرا منہ قبلہ کی طرف ہے پس اللہ کی قسم مجھ پر تمہارا نہ خشوع وخضوع پوشیدہ ہے اور نہ تمہارا رکوع پوشیدہ ہے۔ بے شک میں ضرور اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں (بخاری شریف،جلداول،ص۵۹،باب عظۃ الامام الناس فی اتمام الصلوۃ وذکر القبلۃ،قدیمی کتب خانہ،کراچی)

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ مبارک آگے

پیچھے، دائیں، بائیں اوراندھیرے اجالے میں ہر چیز دیکھ لیتی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ مبارک کے لیے کوئی چیز حجاب نہیں۔

کان مبارک: سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کان مبارک بھی معجزہ ہیں جو کائنات عالم میں اٹھنے والی ہر آواز کو سنتے ہیں اور قرب بعد اور نزدیک و دور والے تفاوت سے مبرا و منزہ ہیں جیسے نزدیک سے سنتے ہیں ایسے ہی اللہ کی دی ہوئی طاقت سے دور سے بھی سنتے ہیں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔ آسمان چڑچڑ ہتا ہے اور حق بھی یہی ہے کہ اس سے ایسی آواز آئے کیونکہ اس میں کوئی بھی قدم بھر ایسی جگہ نہیں جہاں فرشتہ اللہ کی بارگاہ میں سجدہ کناں نہ ہو (خصائص کبریٰ، جلد اول، ص ۱۱۳، مکتبہ حقانیہ، پشاور) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر بیٹھ کر آسمان کی آواز سن سکتے ہیں۔

ناک مبارک: سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ناک مبارک اور قوت شامہ بھی معجزہ ہیں جب حضرت جبرائیل علیہ السلام سدرہ سے نیچے اترنے کا اردہ کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں انی لاجد ریح جبرائیل۔ مجھے جبرائیل علیہ السلام کی خوشبو آرہی ہے (کتاب کوثر الخیرات لسید السادات، ص ۲۷۳ مصنف محمد اشرف سیالوی، مطبوعہ ضیاء القرآن، لاہور)

ہاتھ مبارک: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک بھی معجزہ ہیں۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے زمین کی خزانوں کی چابیاں دی گئیں (بخاری شریف، جلد اول، ص ۱۲۹، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے ہاتھوں میں زمین کے تمام خزانوں کی کنجیاں دے کر زمین کے تمام خزانوں پر اقتدار اور اختیار بخش دیا کہ محبوب خداوند زمین کے خزانوں میں سے جس

کو چاہیں اور جتنا چاہیں عطا فرما سکتے ہیں۔ پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کی تو یہ شان ہے کہ جس چیز کی طرف اشارہ فرمادیا وہ عالمِ وجود میں آگئی۔ یہی وہ ہاتھ ہے کہ اس کے اشارے سے چاند شق ہو کر دو ٹکڑے ہو گیا۔ اسی ہاتھ کے اشارہ سے ڈوبا ہوا سورج پلٹ آیا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کے لیے ایک بکری ذبح کی اور اس کا گوشت پکایا حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ گوشت کھایا جب سب لوگ کھانے سے فارغ ہو گئے تو سرکارِ دو جہاں نے تمام ہڈیوں کو ایک برتن میں جمع فرمایا اور ان ہڈیوں پر دست مبارک رکھ کر کچھ فرمایا تو یہ معجزہ ظاہر ہوا کہ اچانک بکری زندہ ہو کر کھڑی ہو گئی اور دم ہلانے لگی (خصائص کبریٰ، جلد ۲، ص ٦٧) جسمِ انور کا معجزہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کا یہ معجزہ ہے کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک پر مکھی نہیں بیٹھی۔ اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لباسِ مبارک پر مکھی بیٹھی۔ (خصائص کبری، جلد اول، ص ١١٧، مکتبہ حقانیہ) اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ کا سایہ نہ تھا حضرت ذکوان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ مبارک نہ سورج کی روشنی میں دیکھا گیا اور نہ چاند کی چاندنی میں۔ ابنِ سبع فرماتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ زمین پر نہ پڑا اس لیے کہ سرکار نور تھے جب سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سورج کی روشنی میں چاند کی چاندنی میں چلتے تو آپ کا سایہ نہ دیکھا جاتا اس پر یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ آپ دعا میں فرماتے ہیں **واجعلنی نورا**۔ کہ الٰہی مجھے نور بنادے۔

حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مولوی محمد رمضان معینی ☆

آپ بصرہ ملک عراق کے رہنے والے تھے۔آپ کی ولادت بصرہ میں ہوئی۔آپ کے والد ماجد کا نام زید تھا۔تذکروں میں آپ کا شجرہ نسب میں یہ وضاحت نہیں ملتی کہ آپ کس قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔تذکرہ نویسوں نے آپ کی دو کنیتیں لکھی ہیں ابی الفضل، ابوعبیدہ۔

میر خورد کرمانی کے مطابق: انھوں نے خرقۂ ارادت خواجہ حسن بصریؓ سے پہنا تھا۔ (سیر الاولیاء [اردو]، ص ۱۰۵) دیگر تذکرہ نویسوں نے آپ کے تین شیوخ کا ذکر کیا ہے حضرت امام حسن بن حضرت علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہم (ش ۵۰ھ) حضرت خواجہ کمیل بن زیاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ش ۸۲ھ) حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م۔۱۱۰ھ) امام شعرانی بھی لکھتے ہیں کہ: آپ نے حسن بصری رضی اللہ عنہ اور ان کے علاوہ دیگر حضرات کی زیارت کی (طبقات امام شعرانی، ص ۱۲۷) خواجہ امام بخش مہارویؒ لکھتے ہیں کہ: کہا جاتا ہے کہ آپ کو امیر المومنین امام حسنؓ بن حضرت علیؓ کی دانش سے براہ راست حصہ ملا ہے (مخزنِ چشت، ترجمہ، ص ۱۲۹) لیکن زیادہ شہرت آپ کی حضرت خواجہ حسن بصریؒ کے مرید وخلیفہ ہونے کی ہے۔ ''سیر الاقطاب'' میں لکھا ہے کہ ''ابی الفضل کنیت داشت وخرقہ فقر وارادت قطب الاقطاب حضرت خواجہ حسن بصری پوشیدواز حضرت شیخ المشائخ شیخ کمیل بن زیاد کہ نیز وی خلیفہ امیر المومنین حضرت شیرِ خدا رضی اللہ عنہ بودہ نیز خلافت دارد (سیر الاقطاب [فارسی]، ص ۱۸) آپ نے حضرت خواجہ حسن بصریؒ سے دینی تعلیم پائی۔ ''سیر الاقطاب'' میں لکھا ہے کہ ''نقل است کہ آں حضرت پیش از

☆ خانقاہ معلیٰ حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسویؒ سے وابستہ، سلسلہ چشت کے ساتھ بے پناہ عقیدت ومحبت رکھنے والے، خصوصاً اپنے خانوادے سے۔ کتبِ تصوف کا خوبصورت ذخیرہ رکھتے ہیں۔

ارادت چہل سال در مجاہدہ و ریاضت، بود و علم بکمال داشت و از شاگردانِ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ بودہ و تحصیل علوم از خدمت آں حضرت نمودہ مدام (سیر الاقطاب [فارسی]، ص ۱۹)
مولانا رحیم بخش فخری لکھتے ہیں کہ "ابنِ خلقان بیان مے نماید کہ خواجہ عبدالواحد بن زید چہل سال نمازِ فجر باوضو صلوٰۃ عشا گزاردہ بود قیام لیل ہمیشہ او بود (شجرۃ الانوار، نسخہ تونسوی، ص ۲۰، نسخہ نیشنل میوزیم کراچی، ص ۲۱۸، وطبقاتِ امام شعرانی [اردو]، ص ۲۷)

شہزادہ دارا شکوہ قادری لکھتے ہیں کہ: آپ کے آبا و اجداد بصرہ کے قدیمی باشندے تھے۔ حضرت حسن بصری سے بیعت اور امام اعظم کے شاگرد ہیں (سفینۃ الاولیاء [اردو]، ص ۱۲۰)
یہی روایت حاجی نجم الدین سلیمانی بھی لکھتے ہیں کہ: آپ امام اعظم کے شاگرد ہیں (مناقب المحبوبین مکمل ترجمہ، ص ۶۴،)

تواریخِ وصال: وصال کے وقت آپ کو فالج کی تکلیف تھی۔ مولانا رحیم بخش فخری دہلوی تحریر کرتے ہیں کہ: گویند کہ در آخر عمر آں حضرت را علتِ فالج لاحق شد دراں مرض بود (شجرۃ الانوار، نسخہ تونسوی، ص ۳۰) اور تاریخ وصال میں بھی اختلاف ہے۔
شہزادہ دارا شکوہ تحریر کرتے ہیں کہ آپ کی وفات ۱۷۷ھ میں ہوئی (سفینۃ الاولیاء، ص ۱۲۰)
صاحب سیر الاقطاب لکھتے ہیں کہ: بست و ہفت ماہِ صفر سنہ یک صد و ہفتاد و ہفت ہجری نبوی ﷺ برحمت حق پیوست چنانچہ ایں دعا گوی درویشاں تاریخ آں حضرت از اولیائے کامل بود یافتہ (سیر الاقطاب [فارسی]، ص ۲۴)
شیخ عبدالرحمٰن چشتی صابری (پ ۱۰۰۵ھ، م ۱۰۹۴ھ) لکھتے ہیں کہ: آپؒ کا وصال ۱۷۱ھ میں بصرہ میں ہوا۔ (مراۃ الاسرار [اردو]، سال عہد تالیف ۱۰۴۵ھ تا ۱۰۶۵ھ، ص ۲۵۱،)
محمد اکرم براسوی، اقتباس الانوار (عہد تالیف ۱۱۳۰ھ) لکھتے ہیں کہ: ستائیس ماہِ صفر ۱۷۷ھ کو ایک روایت کے مطابق ۱۷۰ھ میں جہانِ فانی سے بصرہ میں رحلت فرمائی۔ (اقتباس الانوار [اردو]، ص ۲۳۲)

مولانا رحیم بخش فخری دہلوی ''شجرۃ الانوار'' میں تحریر کرتے ہیں کہ: وفات حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید بیست و ہفتم صفر المظفر درسال یک صد و نود و دو نہ از ہجری بود (شجرۃ الانوار، نسخہ تونسوی، ص ۳۰، ۳۱، نسخہ نیشنل میوزیم کراچی، ص ۲۲۸)

خواجہ امام بخش مہاروی (م ۱۳۰۰ھ) تحریر کرتے ہیں کہ: آپ کا وصال ۲۷ رصفر ۱۷۶ھ یا ۱۷۷ھ کو ہوا بعض کی رائے ہے کہ ۱۹۹ھ میں ہوا آپ بصرہ میں مدفون ہیں۔ (مخزنِ چشت [اردو]، ص ۱۳۲)

مفتی غلام سرور قادری لکھتے ہیں کہ: سیر الاقطاب کے مصنف نے لکھا ہے کہ آپ ستائیس ماہِ صفر ایک سو ستر ہجری میں فوت ہوئے، سفینۃ الاولیاء اور اخبار الاولیاء کے مصنف نے آپ کی وفات ایک سو ستر لکھی ہمارے نزدیک یہی بات معتبر اور صحیح ہے

تاریخِ وفات:

عبد واحد چوں زِ دنیا رخت بست
سال وصل آں شہِ والا مکان
زبدہ دین عبد واحد کن رقم
ہم امام عبد واحد کن بیان

(خزینۃ الاصفیاء، ناشر مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ، لاہور، ص ۲۰) لیکن سیر الاقطاب [اردو] میں لکھا ہے کہ ماہِ صفر کی ۷ تاریخ ۱۷۷ھ کو خالق سے جا ملے (سیر الاقطاب [اردو]، ص ۴۳) اسی طرح شجرہ طیبہ کے مولف محمد عمر شکر گڑھی لکھتے ہیں کہ سیر الاقطاب کے مطابق آپ کی وفات ستائیسویں (۲۷) صفر ایک سو ستر ۱۷۰ھ میں وقوع میں آئی (شجرہ طیبہ، ص ۱۳)

تعلیمات: حضرت عبدالواحد بن زیدؒ کی تعلیمات کے لیے ''رسالہ قشیریہ'' ملاحظہ فرمائیں ص ۶۵۲، ۶۵۳۔ سعید بن یحییٰ بصری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں حضرت عبدالواحد بن زید رضی اللہ عنہ

کے پاس حاضر ہوا وہ ایک درخت کے سائے میں تشریف فرما تھے عرض کیا اگر آپ اپنے لیے وسعتِ رزق کی دعا فرماتے تو امید ہے قبول ہوتی۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی بھلائی بہتر جانتا ہے۔ اس کے بعد زمین سے مٹھی بھر کنکری اٹھائی اور کہا: اے اللہ اگر تو چاہے تو اسے سونا بنا دے، سعید کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ سب سونا بن گئیں انھیں میری طرف پھینک دیا اور فرمایا: لو انھیں اپنی ضرورت میں خرچ کرو، جو آخرت کے لیے ہو، دنیا میں اس کے علاوہ کوئی خیر نہیں (روضۃ الریاحین [اردو]، ص ۳۹۹)

''رسالہ قشیریہ'' میں لکھا ہے کہ عبدالواحد بن زید کا ایک لڑکا تھا جس نے برسوں اس کی خدمت کی اور چالیس سال تک عبادت کرتا رہا، یہ لڑکا ابتدا میں وزن کرنے کا کام کرتا تھا۔ مرنے کے بعد اسے کسی نے خواب میں دیکھا، تو پوچھا۔ اللہ تعالیٰ نے تم سے کیا برتاؤ کیا، جواب دیا۔ اچھا برتاؤ کیا مگر میں جنت جانے سے روک دیا گیا ہوں۔ میرے ذمے پیانے کے غبار کے چالیس پیانہ بھر وزن نکالا گیا (رسالہ قشیریہ [اردو]، ص ۴۷۴)

خلفا: مولانا رحیم بخش فخری دہلوی تحریر کرتے ہیں کہ حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید قدس سرہ را چہار خلیفہ با کمال بودند کہ ازاں فیض علم شد یکے ازاں فضیل بن عیاض کہ سجادہ نشین و صاحب مقام آں حضرت گشتہ و طریق ایشاں را کما حقہ نگاہ داشت (شجرۃ الانوار، نسخہ تونسوی، ص ۳۰، نسخہ نیشنل میوزیم کراچی، ص ۲۲۷) حاجی نجم الدین سلیمانی کے مطابق آپ کے تین خلفا تھے۔ اول خواجہ فضیل بن عیاض دوم ابوالحسن بن رزین سوم ابو یعقوب سوسی (مناقب المحبوبین، مکمل ترجمہ، ص ۴)

ارشادات:

۱: روٹی اور نمک لازم کرو کیونکہ یہ گردوں کی چربی پگھلاتا ہے اور یقین بڑھاتا ہے۔

۲: اللہ تعالیٰ کے حضور بندے کی بہترین حالت اس کی موافقت میں ہے اگر اسے دنیا میں اپنی اطاعت کے لیے باقی رکھے تو اسے پسند ہوگا اور اگر اسے واپس لے لے تو بھی اسے پسند ہو گا۔

۳: جس شخص کو اللہ تعالیٰ دنیا کی کوئی چیز عطا فرمائے اور وہ اس کے ساتھ دوسری چیز چاہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے اپنے حضور تنہائی کی محبت سلب کر لیتا ہے اور وہ قرب کے بدلے دوری اور انس کے بعد وحشت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ (طبقاتِ امام شعرانی[اردو]، ص ۱۲۷)

۴: جس نے محفل میں اپنے آپ کو برا کہا۔ اس نے درحقیقت اپنی تعریف کی، یہ ریا کی علامت ہے۔

۵: تم ان لوگوں کی طرح نہ بنو۔ جو علم تو علما کا سا حاصل کرتے ہیں۔ اور کام جاہلوں جیسا کرتے ہیں۔

۶: علما کی سزا یہ ہے ان کے دِل مردہ ہو جاتے ہیں اور دِل کی موت عملِ آخرت کے ذریعے دنیا طلب کرنے سے ہوتی ہے۔ وہ اس کے ذریعے اہلِ دنیا کا تقرب چاہتے ہیں۔

۷: اس زمانے میں تو عالم کو حلال سے بھی پیٹ بھر کر کھانا برا ہے۔ پھر جو حرام سے سیر ہو کر کھاتا ہے اس کا کیا حال ہوگا۔

۸: اگر کوئی شخص تمام علم پڑھ لے اور عبادت میں مشغول ہو حتیٰ کہ وہ ستو یا خشک مشکیزہ کی طرح ہو جائے لیکن اس بات کی تحقیق نہ کرے کہ اس کے پیٹ میں جو کچھ جاتا ہے وہ حرام ہے یا حلال تو اللہ تعالیٰ عزوجل کے نزدیک اس کی کوئی دعا قبول نہ ہوگی۔

۹: تم وصی بننے سے بچو کیونکہ وصی عدل نہیں کر سکتے اگرچہ پوری احتیاط سے کام لے۔

۱۰: ہم نے ایسے لوگ دیکھے ہیں جو ایک دوسرے کی امداد کرتے ہیں اور یہ دریافت نہیں کرتے ان کے بھائی کو اس امداد کی ضرورت ہے یا نہیں۔

۱۱: جو شخص دین میں تیرے ساتھ فخر کرے، تو بھی اس کے ساتھ فخر کر، مگر جو شخص تیرے ساتھ دنیا میں فخر کرے، تو تو دنیا کو اس کے سینے پر مار۔

۱۲: جب باپ بہت خفا ہو، تو بیٹے کو چاہیئے کہ چپ ہو رہے اور اس کو نصیحت نہ کرے۔

حضرت خواجہ حسن بصریؒ کے شاگرد حضرت شیخ خواجہ عبدالواحد ابن زیدؒ (م ۱۷۷ھ/

۷۹۳ء) سیرِ سلوک کے بعد مسندِ ارشاد پر متمکن ہوئے تو خاندان ابن عبداللہ بن عوف میں سے پانچ شخص ان کے مرید ہوئے۔ انھوں نے حسب ونسب اور وطنی نسبت کو ترک کیا اور زیدیان کہلائے۔ خانوادہ زیدیان سے وابستہ صوفی ہمیشہ بیابان میں رہتے ہیں، شہر اور آبادی میں نہیں جاتے۔ کسی سے فتوح ملے تو وہ بھی قبول نہیں کرتے، تین چار روز کے بعد میوہ یا گھاس کھا کر افطار کرتے ہیں، کسی جان دار کو نہیں مارتے۔ حضرت عبدالواحد ابن زیدؒ کو حضرت حسن بصریؒ اور حضرت کمیل ابن زیادؒ سے خرقۂ خلافت ملا تھا۔ آخری وقت آن پہنچا تو انھوں نے حضرت حسن بصری کی طرف سے ملا خرقہ خلافت حضرت فضیل بن عیاض (پ ۱۰۵ھ/۷۲۳ء، م ۱۸۷ھ/ ۸۰۲ء) کو، اور حضرت کمیل ابن زیادؒ کا خرقۂ خلافت شیخ ابو یعقوب السوسی (تیسری صدی ہجری) کو عطا کیا۔ ان دونوں سے مزید دو خانوادے جاری ہوئے خانوادہ زیدیان کے بارے میں مزید تفصیلات جاننے کے لیے "لطائف اشرفی" حصہ اول، ص ۵۲۸، ملاحظہ کریں۔

عبدالحمید بن عبدالرحمٰن السحیبانی آپ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: وہ زاہدوں کے امام اور عبادت گزاروں کے شیخ تھے، ان کی کنیت ابو عبیدہ اور نسبت بصری تھی وہ مشہور واعظ تھے۔ ان کے ایک ساتھی بیان کرتے ہیں مالک بن دینار کی ایک مجلس میں عبدالواحد میرے ساتھ ہی بیٹھے تھے تو میں مالک بن دینار کا بہت سارا وعظ اس وجہ سے نہ سمجھ سکا کیونکہ شیخ عبدالواحد بہت زیادہ رو رہے تھے۔ ایک روز جب کہ وہ خود وعظ کر رہے تھے کہنے لگے، اے بھائیو! تم آگ کے خوف سے کیوں نہیں روتے۔ آگاہ ہو جاؤ، جو بھی جہنم کی آگ سے ڈر کر روئے گا اللہ اسے اس سے محفوظ کر دے گا۔ میرے بھائیو! قیامت کے دن پیاس کی شدت کے خوف سے تم آخر کیوں نہیں روتے، میرے بھائیو! بتاؤ کہ تم کیوں نہیں روتے؟ آخر کیوں نہیں؟ اس دنیا میں ٹھنڈا پانی ملنے پر رو دو۔ شاید کہ اللہ تعالیٰ تمھیں انبیا، صحابہ، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین کے ساتھ پانی پلا دے۔ اور یہ کیا ہی خوب اچھا ساتھ ہے۔ یہ بات کہہ کر شیخ رونے لگے۔ اللہ ان پر اپنی رحمت کو وسیع کر دے (اللہ کے ڈر سے صحابہ اور تابعین کے بہنے والے آنسو تالیف عبدالحمید بن عبدالرحمٰن

الحسیبانی، ترجمہ امیر حمزہ، مدیر مجلۃ الدعوۃ، ناشر مرکز الدعوۃ والارشاد، لاہور، پاکستان)

آپ کی سوانح کے لیے مزید درج ذیل کتب کا مطالعہ کیجیے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری (م ۲۵۶ھ)، التاریخ الکبیر۔ ج ۶، رقم ۱۰۷۳ص ۶۲، مکتبہ شاملہ۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری (م ۲۵۶ھ)، تاریخ الاوسط،، رقم ۲۰۹۴، مکتبہ شاملہ۔

امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی (۳۰۳ھ)، کتاب الضعفاء والمتروکین، رقم ۳۷۰، مکتبہ شاملہ۔

امام ابومحمد عبدالرحمٰن بن ابی حاتم رازی (م ۳۲۷ھ) الجرح والتعدیل،، رقم ۱۰۷، مکتبہ شاملہ۔

ابوحاتم محمد بن حبان بن احمد البستی (م ۳۵۴ھ)، کتاب المجروحین، جلد ۲، رقم ۷۷۰، مکتبہ شاملہ۔

ابوحاتم محمد بن حبان بن احمد البستی (م ۳۵۴ھ)، کتاب الثقات ج ۸، رقم ۹۲۷۹، مکتبہ شاملہ۔

خطیب بغدادی (م ۴۶۳ھ)، الطالع تلخیص المشابہ، رقم ۲۲۴، مکتبہ شاملہ۔

علامہ ابوعبداللہ بن عثمان شمس الدین ذہبی (م ۷۴۸ھ) ذہبی، سیر الاعلام النبلاء، رقم ۱۰۶۰، مکتبہ شاملہ۔

علامہ ابو عبد اللہ بن عثمان شمس الدین ذہبی (م ۷۴۸ھ)، میزان الاعتدال فی نقد الرجال ۔ رقم ۵۲۸۸، مکتبہ شاملہ۔

علامہ ابوعبداللہ بن عثمان شمس الدین ذہبی (م ۷۴۸ھ) تاریخ اسلام، جلد ۴، رقم ۱۷۸، مکتبہ شاملہ۔

امام حسینی (م ۷۶۵ھ)، الکمال، مکتبہ شاملہ۔

ابوالفدا ءعمادالدین دمشقی معروف بہ ابنِ کثیر (م ۷۷۴ھ یا ۷۷۵ھ)، البدایہ والنہایہ معروف بہ تاریخ ابنِ کثیر۔

ابنِ حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ)، لسان المیز ان، رقم ۱۳۷، مکتبہ شاملہ۔

الثقات، قاسم زین الدین ابن قطلو بغا (م ۸۷۹ھ)، رقم ۳۰۸۷، مکتبہ شاملہ۔

ابن العماد، عبدالحی (م ۱۰۸۹ھ) شذرات الذہب فی اخبار من ذہب ج ۱، ۲۸۷، مکتبہ شاملہ۔

کتاب الطبقات الطبقات الکبریٰ جلد اول :۴۶، مکتبہ شاملہ

امام صلاح الدین صفدی، الوافی بالوفیات، مکتبہ شاملہ

امام مقرزی، مختصر الکامل، مکتبہ شاملہ

ابوالقاسم علی ابن الحسن معروف بہ ابنِ عساکر، تاریخ دمشق معروف بہ تاریخ ابنِ عساکر جلد ۳۷، ص ۲۱۵

تا۲۳۵ تک، مکتبہ شاملہ

امام عبدالرحمٰن جوزی (م) صفۃ الصفوہ ، رقم ۵۳۷، مکتبہ شاملہ

میر عبدالواحد بلگرامی، (م) سبع سنابل

شہزداہ دارا شکوہ قادری، سفینۃ الاولیا [فارسی]

شیخ عبدالرحمٰن چشتی صابری، مراۃ الاسرار

محمد اکرم براسوی (م ۱۱۵۹ھ) اقتباس الانوار [فارسی]

قاضی محمد بلاق دہلوی، مطلوب الطالبین [فارسی]

خواجہ گل محمد احمد پوری، تکملہ سیر الاولیاء، مطبع رضوی، دہلی

مولانا رحمت علی ضیائی جے پوری، مراۃ ضیائی [فارسی] (سال تالیف ۱۲۳۷ھ)

مولانا رحیم بخش فخری دہلوی، شجرۃ الانوار [فارسی] (سال تالیف ۱۲۴۲ھ)

خواجہ امام بخش مہاروی (۱۳۰۰ھ)، مخزنِ چشت [فارسی خطی] (سال تالیف ۱۲۷۷ھ)

حاجی نجم الدین سلیمانی فتح پوری، مناقب المحبوبین [فارسی] (سال تالیف ۱۲۷۸ھ)

خواجہ امام بخش مہاروی (م ۱۳۰۰ھ) مترجم پروفیسر افتخار احمد چشتی، مخزنِ چشت، سال اشاعت ۱۴۰۹ھ/ ۱۹۸۹ء فیصل آباد، ص ۱۲۹ تا ۱۳۲،

غلام محمد ہادی علی خان کشمیری سیتاپوری ثم لکھنوی، مناقب حافظیہ، مطبع احمدی، کانپور، ۱۳۰۵ھ

سید مظفر علی شاہ، جواہرِ غیبی، مطبع نول کشور لکھنو، ۱۸۹۸ء، مملوکہ صاحبزادہ فاروق احمد میروی انکی

شیخ عبدالوہاب شعرانی، الطبقات الکبریٰ، مطبوعہ قاہرہ، مصر ۱۳۷۳ھ/۱۹۵۴ء

☆☆☆☆☆

ملفوظاتِ نذر صابری

ڈاکٹر عبدالعزیز ساحر☆

۱

خالد صاحب مدینے میں تھے۔انھوں نے وہاں سے خط لکھا اور لفافے میں تھوڑی سی خاک بھی رکھ دی۔ خط ملا۔ پڑھا۔ دوستوں کو پڑھایا۔ خاک کو بوسے دیتے رہے۔

فرمایا: ''میں گھر والوں کو وصیت کروں گا کہ جب مر جاؤں، تو یہ خاک میری قبر میں رکھ دیں''۔ عجیب سرخوشی اور سرشاری میں تھے۔ لگتا تھا ان کا انگ انگ رقص کر رہا ہے۔

اگلے دن ملاقات ہوئی، تو گویا ہوئے: ''رات بھر سو نہیں سکا۔ خاک کے یہ ذرے میرے ساتھ ہم کلام رہے''۔ ان کا کہنا ہے کہ: ''تو سیہ کار ہے، اس لیے تجھے مدینے سے دور رکھا گیا ہے۔ ہم شہرِ رسول میں تھے۔ ہمیں اس بارگاہِ تقدس مآب سے کیوں جدا کیا گیا''۔ اِن کی یہ حقیقت بیانی سن کے مجھ سے ان کی تڑپ دیکھی نہیں جاتی۔ میں یہ خاک خالد کو واپس بھیج رہا ہوں کہ وہ اسے مدینے کی گلیوں میں بکھیر دے، تا کہ یہ ذرے اس دیار کی خوشبو سے ہم آہنگ ہو کر قربِ رسول سے لطف اندوز ہوں۔ خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

☆ صدرِ شعبہ اُردو، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

۲

میں نے صابری صاحب کو کبھی روتے ہوئے نہیں دیکھا۔ ضبط اور احتیاط کا یہ عالم تھا کہ کبھی کبھار ان کی آنکھیں نم دیدہ ہو جاتی تھیں اور مژگاں پہ ستارے سے کھل اٹھتے تھے، مگر انھیں فلکِ چشم سے اڑ کر دامنِ زمیں پر گرنے کی مجال کہاں تھی۔ میں میدانِ احد میں تھا۔ فون کیا کہ میں سید الشہداؑ کے مزارِ اقدس کے پائنتی کی طرف کھڑا ہوں۔ آپ سلام پیش کریں اور میرے لیے دعا بھی کریں۔ سیدنا امیر حمزہ کا نام نامی سن کر رو پڑے۔ دس پندرہ منٹ تک اونچی آواز سے روتے رہے۔ میں ان کی آنکھوں سے گرتے ہوئے وہ گوہر ہائے آبدار تو نہ دیکھ سکا، مگر انھیں اپنے سینہ دل پر گرتے ہوئے محسوس ضرور کیا۔ خاصی دیر بعد گویا ہوئے۔ کیا فون پر موجود ہو؟ عرض کیا: سن رہا ہوں۔ فرمایا: اگر میں حجازِ مقدس آ سکتا، تو صرف احد کی زیارت کرتا۔ خدا کا محبوب مدینے میں ہے اور مدینے والے کا محبوب احد میں بستا ہے۔ میں ان کی لحد کی زیارت سے بہرہ اندوز ہوتا۔ میرا حج بھی ہو جاتا اور عمرہ بھی۔ خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

۳

فرمایا: میں دوسری بار ۱۹۴۸ء میں بابا فرید کی بارگاہِ عرش مقام میں حاضر ہوا۔ پہلی بار ملتان؟ اُس وقت اس سعادت سے بہرہ یاب ہوا تھا۔ جب میں بطنِ مادر میں تھا اور میری ماں بابا فرید کے آستانے پر سلام کے لیے حاضر ہوئی تھیں۔ اب کی بار میرے ساتھ میرا بڑا بھائی تھا۔ ہم مزارِ اقدس

کے اندر گئے۔ داخل ہوتے ہی مجھے یوں لگا کہ جیسے زلزلہ آ گیا ہو۔ معاً بھاگ کر باہر نکلا۔ میں خوف سے کانپ رہا تھا۔ مجھے لگا جیسے آسمان ٹوٹ پڑے گا۔ خاصی دیر بعد بھائی باہر آیا۔ میں نے کہا: بہت شدید زلزلہ تھا۔ بھائی نے کہا: زلزلہ تو نہیں تھا، تم ایسے ہی خوف زدہ ہو گئے۔ فرمایا: بابا صاحب نے شاید مجھے نگاہِ جلال سے دیکھا تھا۔ مجھ میں کھڑے رہنے کی تاب نہ تھی۔ ۱۹۴۸ء کے بعد بھی کئی بار، اس دیارِ رنگ و نور میں باریاب ہوا۔ اب بابا صاحب کے صحن میں کھڑے ہوکر نیاز پیش کرتا ہوں۔ ان کے مزار کے اندر جانے کی جرأت نہیں کرسکتا۔ انھوں نے یہ واقعہ کئی بار ارشاد فرمایا۔ میں نے ایک بار عرض کیا: بابا صاحب نے ایک تجلی فرما کر آپ کی تکمیل کردی۔ فوراً سنجیدہ ہو گئے، جیسے کسی بڑی درسگاہ میں حاضر ہو گئے ہوں۔ اپنے روایتی عجز و انکسار کی چادر اوڑھ لی اور اپنی سیہ کاری کے قصے لے بیٹھے۔ خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

۴

میں نے کئی بار عرض کیا: تیار ہوں۔ پاک پتن چلتے ہیں۔ ایک بار آپ کی نگرانی میں بابا فرید کی درگاہ پر حاضر ہونا چاہتا ہوں۔ فرمایا: میرے تو پر جلتے ہیں۔ بابا صاحب نے مجھے ڈرا کر میری اوقات یاد دلادی۔ خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

۵

ایک بار خالد صاحب کے پاس پشاور جا رہے تھے۔ ہفتے بھر کے قیام کا ارادہ تھا۔ ہم نے انڈس بار میں چائے پی۔ کسی مسئلے پر بحث ہو رہی تھی۔

میری کج بحثی سے ناراض ہو گئے۔ وقتِ رخصت میں نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ فرمایا: میں تم سے ہاتھ نہیں ملاتا۔ میں نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ مجھے بھی شوق نہیں ہے۔ ناراض ہی رخصت ہو گئے۔ اگلے دن واپس آ گئے اور لگے مجھے تلاش کرنے۔ انڈس بار میں دیکھا؛ بشیر سپورٹس سے پوچھا؛ کالج لائبریری گئے۔ میں طاہر مسعود قاضی کے پاس بار روم میں چائے پی رہا تھا۔ وہاں آن موجود ہوئے۔ ایک آدھ منٹ تک کھڑے رہے؛ ہمیں دیکھتے رہے۔ احتراماً ہم بھی کھڑے ہو گئے۔ میں خاموش رہا۔ مجھے گلے سے لگا لیا۔ کمر پر مکے مارتے جاتے تھے اور بولے جا رہے تھے۔ میں نے شعر پڑھا:

جب اس کے ساتھ مرا رابطہ معطل تھا
نہ تھا وہ ثابت و سالم نہ میں مکمل تھا

فرمایا: رات کو مجھے اپنے شیخ کی زیارت ہوئی۔ انھوں نے فرمایا: عزیز سے صلح کر لو۔ میں آ گیا ہوں۔ یہ میرے شیخ کا حکم ہے۔ خواب کا احوال سن کر میں مچل گیا۔ عرض پرداز ہوا: بندہ پرور! دیکھ لیں میرا مقام و مرتبہ۔۔۔ میں آپ کے شیخ کی نگاہِ کرم سے محروم نہیں ہوں۔ آپ مجھ سے کبھی ناراض نہیں رہ سکتے۔ آپ کے شیخ میرے سفارشی ہیں۔ للہ الحمد اس کے بعد کبھی ایسی صورت پیدا نہیں ہوئی۔ خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

سجادہ نشینانِ حضرت مولانا محمد علیؒ مکھڈی

(۵) حضرت مولانا محمد فضل الدین چشتی نظامی مکھڈیؒ

محمد ساجد نظامی

حضرت مولانا حافظ فضل الدین چشتیؒ نظامی ۱۹۲۱ء کو مکھڈ شریف کے مشہور علمی وروحانی خانوادے میں حضرت احمد الدینؒ کے کاشانۂ ولایت میں رونق افروز ہوئے۔ آپؒ نے قرآن مجید حفظ کیا اور ابتدائی تعلیم مکھڈ شریف میں خانقاہ معلیٰ پر واقع عظیم درسگاہ میں مکمل کی۔ حفظ قرآن پاک میں کھڑپہ (پنڈی گھیپ) کے میاں محمدؒ آپؒ کے استاد تھے۔ حفظ کے دہرائی حاجی حافظ محمد سلطانؒ (والد محترم مولانا غلام محی الدین، ملہووالی) سے مکمل کی۔ اپنے والدِ مکرم حضرت خواجہ احمد الدینؒ سے ابتدائی کتب اور علم ادب کی تعلیم حاصل کی۔ درس نظامی اور دیگر کتب کی تدریس کے سلسلے میں مولوی غلام فریدؒ، مولانا محب النبیؒ، حکیم مولوی عبدالحیؒ (بھوئی گاڑ، ٹیکسلا) مولوی عبدالروفؒ ہزاروی اور مولانا امام غزالیؒ (مرید خاص حضرت اعلیٰ میرویؒ) کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ ہدایہ اور مشکوٰۃ شریف کی تعلیم حضرت علامہ سکندر ہزاروی سے حاصل کی۔ حضرت علامہ ہزاروی کی شخصیت علم وادب میں بے مثال تھی۔ آپ جب مکھڈ شریف پڑھانے کے لیے تشریف لائے تو اس سے پہلے آپ ۵۰ سال تک دارالعلوم دیوبند میں پڑھاتے رہے۔ مولانا فضل الدینؒ کے دیرینہ دوست اور ہم درس جناب مولوی غلام محی الدین صاحب فرماتے ہیں کہ ایک دن ظہر کے نماز کے بعد حضرت مولانا سکندر خان صاحب سبق پڑھا رہے تھے۔ دورانِ سبق حضرت مولانا غلام زین الدینؒ ترگوی تشریف لائے اور خاموشی سے طلبا کے پیچھے بیٹھ گئے۔ جب مولانا صاحب اسباق پڑھا چکے تو حضرت علامہ مولانا غلام زین الدینؒ ترگوی فرمانے لگے کہ "یہ مولوی صاحب تو علما کے استاد ہیں طلبا کے نہیں، صرف اسباق کے مشکل مقامات کے حل کے لیے ان سے رجوع کیا جائے۔"

آپؒ نے دورۂ حدیث جامعہ عباسیہ بہاولپور سے مکمل کیا۔ گولڑہ شریف کی علمی وروحانی شخصیت حضرت بڑے لالہ جیؒ بھی آپ کے ہم سبق رہے۔ دورۂ حدیث کے بعد آپؒ واپس مکھڈ تشریف لائے۔ ۱۹۴۳ء میں کچھ عرصہ ریاست رام پور میں بھی رہے۔ یہاں ان کے ہم سفر اور دیرینہ دوست جناب مولوی غلام محی الدین (ملھووالی) بھی ساتھ تھے۔ جہاں وہ اپنی اراضی کی دیکھ بھال کے لیے گئے تھے لیکن کچھ عرصہ کے بعد وطن واپس لوٹ آئے۔

آپؒ کی شادی آپؒ کے چچا صاحب حضرت مولانا محمد الدینؒ کے ہاں ہوئی۔ اولاد میں ایک صاحبزادہ اور چار صاحبزادیاں ہوئیں۔ بڑی صاحبزادی ۱۳ رمضان المبارک ۱۹۹۶ء میں وصال فرما گئیں۔ ان کا مزار مکھڈ شریف میں ہے۔ بڑے صاحبزادہ حضرت مولانا فتح الدین چشتی صاحب مدظلہ العالی ہیں جو آپؒ کے وصال کے بعد خانقاہِ معلیٰ حضرت مولانا محمد علیؒ مکھڈی کے سجادہ نشین ہوئے۔ اللہ رب العزت آپ کی عمر اور فیوضات میں برکتیں عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت مولانا فضل الدینؒ ریاست رام پور واپسی پر کچھ عرصہ سندھ کے علاقہ میں بھی قیام پذیر رہے۔ بعد ازاں جب مکھڈ تشریف لائے تو تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ آپؒ ایک عرصہ تک مکھڈ شریف کی قدیمی درسگاہ میں حدیث شریف پڑھاتے رہے۔

جولائی ۱۹۶۹ء میں آپؒ کے والدِ گرامی عالم باعمل، صوفی بے ریا، درویش صفت انسان حضرت مولانا احمد الدینؒ کے وصال کے بعد آپؒ خانقاہِ معلیٰ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے پانچویں سجادہ نشین مقرر ہوئے اور ۴۰ سال تک اس خانقاہ کے سجادہ رہے۔

مولانا فضل الدینؒ کا وصال مبارک ۲ شعبان ۱۴۲۹ھ مطابق ۵ اگست ۲۰۰۸ء بروز منگل بوقتِ ظہر تقریباً ۱:۳۰ بجے ہوا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ وصال مبارک کے دوسرے دن ۱۰:۴۵ پر خانقاہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے پڑھا گیا۔ نمازِ جنازہ آپ کے چھوٹے بھائی حضرت علامہ شرف الدین مدظلہ العالی نے پڑھائی۔ حضرت مولانا مکھڈی رحمۃ اللہ علیہ کے قدمین کی طرف چارپائی مبارک کچھ وقت کے لیے رکھی گئی حضرت مولاناؒ کے وسیلہ سے دعا مانگی گئی

اور پھر اس عظیم ہستی کو سپردِ خاک کر دیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہر چہرہ سوگوار اور ہر آنکھ پُرنم تھی۔ آج محبتوں کا امین، سادگی کا دلدادہ، عقدت مندوں کا پیر اس دنیائے فانی سے منہ موڑ گیا۔ کل نفس ذائقۃ الموت (القرآن) اللہ رب العزت آپ کو کروٹ کروٹ راحتیں نصیب فرمائے اور آپ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

تعلیمات و معمولات

آپ کی زندگی سادگی اور صدق و صفا سے عبارت تھی۔ میں نے آپ جیسا سچا اور کھرا انسان نہیں دیکھا۔ آپ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے۔ عمر بھر حق گوئی، بے باکی اور سچائی آپ کا شیوہ رہا۔ شہرت اور ناموری بالکل ناپسند فرماتے۔ آپ کو کئی بار اعلیٰ حکومتی عہدوں کی پیشکش ہوئی لیکن آپ نے ہر بار اسے ٹھکرا دیا۔ جنرل ضیاء الحق کے دور میں آپ کو زکوٰۃ کمیٹی، اٹک کا چیئرمین مقرر کیا گیا، احباب کے اصرار اور خدمتِ خلق کے جذبہ کے پیشِ نظر آپ نے اسے قبول کر لیا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد ہی اس عہدہ سے استعفیٰ دے دیا۔ آپ کو محکمے کے افسران کے اطوار پسند نہ تھے اور حکومتی پالیسیوں سے بھی اختلاف تھا۔

کیا

تصوف آپ کا پسندیدہ موضوع تھا۔ جو بھی احباب اور عقیدت کیش آتے، آپ کی گفتگو اور سادگی سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتے۔ دورانِ گفتگو دلائل کے طور پر یا اپنی بات کی وضاحت کے لیے قرآنی آیات، احادیثِ مبارکہ اور اولیائے کاملین کے واقعات سناتے رہتے۔ حافظ و اقبال آپ کے پسندیدہ شاعر تھے۔ دونوں شاعروں کے اشعار پڑھتے وقت آبدیدہ ہو جاتے۔ علامہ محمد اقبالؒ کے عشقِ رسول ﷺ کی بات ہوتی تو فرماتے کہ اقبالؒ بہت بڑا عاشقِ رسول ﷺ تھا۔ میں نے آپ سے علامہ اقبال کی شاعری تقریباً ۲ سال تک سبقاً پڑھی۔ علامہ کے اشعار پڑھتے ہوئے آپ آبدیدہ ہو جاتے اور اس قلندرِ زماں کی شان میں رطب اللسان رہتے۔ حافظ کا یہ شعر اکثر پڑھا کرتے۔

گناہ اگرچہ نبود اختیارِ ما حافظ
تو در طریقِ ادب کوش و گو گناہِ منست

محفلِ میلادِ مصطفیٰ ﷺ، محفل سماع اور دیگر مذہبی محافل میں آپ کے عشقِ حقیقی کا نظارہ دیدنی ہوتا۔ عشقِ رسول ﷺ میں غرق دنیا و مافیہا سے بے خبر آنکھوں سے بے ساختہ آنسو رواں ہوتے اور یہ کیفیت محفل کے اختتام تک رہتی۔ آخری عمر میں صحت کی خرابی اور بڑھاپے کے باوجود تمام محافل میں بڑے اہتمام سے شریک ہوتے۔

آپؒ نے حفظ مکمل کرنے کے بعد ۱۹۹۰ء تک قرآنِ پاک بڑے اہتمام سے ہر سال نمازِ تراویح میں پڑھا۔ کم و بیش ۵۰ سال تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ مکھڈ شریف میں، شہر کی مساجد میں تو کبھی خانقاہِ معلیٰ حضرت مولانا محمد علیؒ کی مسجدِ پاک میں، کبھی دربار کے سامنے تو کبھی دریا کنارے قرآنِ مجید سنانے کی سعادت آپؒ کے حصے میں آتی رہی۔

۱۹۲۵ء میں پہلی بار اپنے والدین کریمین کے ساتھ زیارتِ حرمین شریفین کے لیے حجازِ مقدس تشریف لے گئے۔ بچپن میں ہی اتنی بڑی سعادت حاصل کرنا اللہ رب العزت اور اس کے رسول ﷺ کی خاص عنایت تھی۔ آپؒ کی زبانِ مبارک سے میں نے سنا کہ پہلے حج میں دورانِ طواف، غلافِ کعبہ کے اندر اچانک لپیٹا گیا۔ کافی دیر تک بوسوں کی برسات ہوتی رہی۔ جب باہر نکالا گیا تو سب لوگ دوڑے دوڑے آئے اور آپؒ کے چومنے لگے۔ کافی دیر تک یہ سلسلہ چلتا رہا۔ اس کے علاوہ ۵، بار آپؒ کو بیت اللہ شریف اور روضہ رسول ﷺ کی حاضری نصیب ہوئی۔ عمر کے آخری حصے تک جو بھی جو عمرہ کی سعادت کے لیے جانے سے پہلے آپؒ کو ملنے آتا آپؒ فرماتے کہ میرا سلام روضۂ رسول ﷺ کے سامنے ہاتھ جوڑ کر پیش کرنا اور عرض کرنا کہ مجھ غریب و نادار کو اپنی زیارت کے لیے بلوائیے۔ اس کے ساتھ کلمہ شریف پڑھتے اور کہتے کہ حضور ﷺ کے سامنے میری گواہی دینا کہ اس نے میرے سامنے آپ ﷺ کا کلمہ پڑھا۔ یہ بات کہتے ہوئے آبدیدہ ہو جاتے۔ اگرچہ آپ کی عمر اور صحت سفر کی متحمل نہ تھی۔ لیکن روضۂ رسول ﷺ کی زیارت کی تڑپ

آخری سانس تک رہی۔

آپؒ تونسہ مقدسہ کے ولی کامل، خانوادہ شاہِ سلیمانؒ کے چشم و چراغ حضرت خواجہ محمود تونسویؒ کے مرید تھے۔ آپؒ خود فرماتے۔ کہ جب حضرت خواجہ محمود تونسویؒ آخری بار مکھڈ شریف تشریف لائے تو حضرت نے فرمایا کہ جتنے بچے ہیں سب کو مرید کرالیں، زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں۔ اس وقت جتنے بھی مکھڈ شریف میں ہمارے خاندان کے بچے تھے انھیں بیعت سے سرفراز فرمایا۔ اسی دوران میں بھی اس سعادتِ عظمیٰ سے مستفیر ہوا۔ جب تک آپؒ کی صحت نے اجازت دی، تونسہ مقدسہ حاضری دیتے رہے۔ حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمانؒ تونسوی اور خواجہ اللہ بخشؒ تونسوی کے اعراس مبارک پر باقاعدگی سے حاضری دیتے۔ حضرت خواجہ محمودؒ تونسوی کے عرس مبارک کی حاضری کے لیے قادر پور شریف (ملتان) تشریف لے جاتے۔ یاد رہے کہ حضرت خواجہ محمودؒ تونسوی نے قادر پور شریف (ملتان) میں وصال فرمایا۔ دادا حضور حضرت مولانا فضل الدینؒ اپنے والدِ مکرم حضرت خواجہ مولانا احمد الدینؒ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے قادر پور شریف (ملتان) حاضری دیتے رہے۔ تونسہ مقدسہ کی حاضری کے بارے میں ارشاد فرماتے کہ تونسہ پاک کی حاضری ہم جیسے غریبوں کا حج ہے۔ راقم جب بھی تونسہ مقدسہ جانے کی اجازت طلب کرتا تو آپؒ فرماتے کہ بیٹا! روضۂ رسول ﷺ اور پیر پٹھان کی حاضری سے کون روکتا ہے۔ جاؤ بیٹا خوشی سے جاؤ، ہاتھ جوڑ کر میرا سلام پیش کرنا اور حاضری کے اجازت فرمانے کی التجا کرنا۔

تونسہ مقدسہ میں ایک عرصہ تک آپؒ مکھڈی بنگلہ میں عرس شریف کے موقعوں پر تشریف فرما رہتے۔ بعد ازاں اپنے وصال سے تقریباً ۱۲ سال قبل قدیمی عمارت حضرات مہاروی علیہ الرحمہ کی سرائے مبارکہ میں تشریف لے آئے۔ تونسہ مقدسہ میں آپؒ کی محفل دیدنی ہوتی۔ سادگی آپؒ کی ذات کا حصہ تھی۔ عام سی چٹائی پر تشریف فرما ہوتے۔ تمام احباب آپ کے گرد جمع ہوتے۔ سرور کائنات ﷺ کی پیاری باتیں اولیائے کاملین کے قصے اور اپنے مشائخ کے وجد آفریں واقعات آپؒ کی زبانی سننے کا موقع ملتا، تو روح پرور کیفیات دلربا نصیب ہوتیں۔

اپنے والدِ مکرم حضرت خواجہ مولانا احمد الدینؒ کے وصال کے بعد آپؒ مکھڈ شریف تشریف فرما رہتے۔ تونسہ پاک اور حجازِ مقدس کے سفر کے علاوہ اپنی منشا سے کسی اور مقام کا سفر نہ کرتے۔ احباب و پیر بھائی آپؒ سے تقاضا کرتے کہ ہمارے ہاں تشریف لائیں۔ آپؒ حتی الوسع کوشش کرتے کہ مکھڈ شریف سے باہر نہ جائیں، اگر کوئی زیادہ مجبور کرتا تو فرماتے کہ تمہارے ساتھ چلا جاؤں گا لیکن ایک وعدہ کرو تب جاؤں گا۔ وعدہ کیا ہوتا کہ رات واپس مکھڈ شریف میں آ جاؤں گا۔ رات کہیں اور نہیں ٹھہروں گا۔ یہ آپؒ کا حضرت مولاناؒ کی خانقاہ کے ساتھ محبت اور وابستگی کا انداز تھا۔

آپؒ کے چار بھائی اور دو ہمشیرہ تھیں۔ بڑے بھائی حضرت مولانا شرف الدینؒ، حضرت مولانا شرف الدین صاحب مدظلہ العالی اور حضرت مولانا محمد علیؒ۔ حضرت مولانا شرف الدین صاحب مدظلہ العالی حیات ہیں۔ اللہ رب العزت انھیں سلامت رکھے۔ آمین۔ چوتھے بھائی صرف دو تین دن زندہ رہے۔ مختون پیدا ہوئے تھے ۔ مولانا فضل الدینؒ سے بڑے صرف ایک بھائی حضرت شرف الدینؒ تھے جو عین جوانی میں انتقال فرما گئے۔ ان سے والد مکرم حضرت مولانا احمد الدینؒ کو دلی لگاؤ تھا۔ اسی لیے آپؒ کے وصال کے بعد جب دوسری شادی سے اللہ نے پہلا بیٹا عطا کیا تو اس کا نام بھی شرف الدین رکھا۔ علاوہ ازیں ہمشیرگان وصال فرما چکی ہیں۔ ایک کا مزار مبارک بندیال شریف (خوشاب) میں اور ایک کا میرا شریف میں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت مولانا فضل الدینؒ چشتی مکھڈ شریف کی زینت، اپنے اسلاف کے فکر و عمل کے سچے وارث اور ان کے فیوضات و برکات کے امین تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین۔

☆☆☆☆☆

جنگ نامہ منسوب بہ قاسم نامہ

مولانا شمس الدین اخلاصیؒ

مناجات بجنابِ قاضی الحاجات جل جلالہٗ عم نوالہٗ

بے بیکسم اے کسِ بیکساں ۹۱ کسے نیستم جز تو یاری رساں
ندارم چو نیکو نمایم نگاہ ۹۲ کسے کو بود خویش و گم خیر خواہ
بود خویشیِ اہلِ دنیا چناں ۹۳ کہ دارند با آتش اہلِ جہاں
بہنگامِ حاجت ازو منتفع ۹۴ ہم از قرب و نزدیکش مندفع
نگردد کسے بے غرض یارِ من ۹۵ کہ باشد مددگار و غم خوارِ من
توئی آنکہ دادی و جودم زخاک ۹۶ بخاکم نہادی دل و جانِ پاک
زِ ستی و جہلم رہانیدۂ ۹۷ بعلم و بقوت رسانیدۂ
وقوم تو دادی بُرٗ اَحکامِ شرع ۹۸ مُسَلَّم مَرا ہست توفیق ورع
بہ من نفس و شیطان بسے غالبند ۹۹ پے غارِ دینِ من طالبند
رہِ طاعت کم بہ پیمودہ ام ۱۰۰ بہ عصیاں گری دامن آلودہ ام
بہ توبہ گری شب بہ روز آورم ۱۰۱ ہمہ روز تا شب بفسق اندرم
گرو دِل بہ عصیان و لب توبہ گوی ۱۰۲ ازیں توبہ گردان مرا توبہ جوی
کہ صد بارہ توبہ نیاید بکار ۱۰۳ یکی توبہ بہ کو بود استوار
بہر چند گر دیدہ ام توبہ کار ۱۰۴ کہ توبہ شکن بر دِل آمد غبار
ازیں زِشت کاری کہ شد پیشہ ام ۱۰۵ بود ہر زماں فکر و اندیشہ ام
ازیں غصہ سوزد دِلم بیش بیش ۱۰۶ تأسف زِ رسوائے دل بریش

کنوں تاخت آوردہ ام بُردَرَت ۱۰۷ طلبگار بخشایش و مغفرت

مکن روکہ گردیدہ ام عذرخواہ ۱۰۸ بہ جز در گہت نیستم عذر گاہ

جبیں بر زمینم بعذرِ قصور ۱۰۹ کہ تابد بہ دِل بُرازاں طرفِ نور

ز ہر دم منم گشتہ مردود نام ۱۱۰ تو نیز ارکنی رد مقام کدام

کلامی نہم بر سر از مغفرت ۱۱۱ نمایم دری یا کہ ہچوں درت

چو غفار شد نامت اندر جہاں ۱۱۲ بسے غرہ مانند تر داماں

زِما گر نگشتی گنہ آشکار ۱۱۳ نخواندی کست ہرگز آمرزگار

زِحد و عدد رفت عصیاں بروں ۱۱۴ ترا فضل و رحمت ازاں بس فزوں

گناہانم از فضل ناچیز کن ۱۱۵ چو کارت نکوی بمن نیز کن

ہمہ عمر من از جفا شد تباہ ۱۱۶ عمل نامہ ام از خطا شد سیاہ

سیہ عمل نامہ گرداں سفید ۱۱۷ مرانم زِ عالی درت نا امید

سیاہ از سفید آورد ہر کسے ۱۱۸ نہ یارد دِلی عکس دیگر کسے

چنیں صنع شد خاصتر کارِ تو ۱۱۹ چنیں صنعت آیک زِ پُرکارِ تو

تو ریشِ سیاہ ہم نمودی سفید ۱۲۰ ہمیں در عمل نامہ دارم امید

امیدم بر آرد دِلم شاد کن ۱۲۱ ز زنگارِ عصیاں دل آزاد کن

بہ اول نہ خواہش زِ من خاستہ ۱۲۲ تو بستی چنیں نقش آراستہ

بہ آخر بجدی طلب داشتن ۱۲۳ بہ شام و سحر دست افراشتن

بہ حکمِ انا عند ظن العبد ۱۲۴ امیدست ناید بمن ہیچ بد

مرا چوں تو حاجت برآری و بس ۱۲۵ مبر حاجتی بر در ہیچ کس

ہمہ کار مایم تو گرداں تمام ۱۲۶ ازیں شیوہ خورسندیم دِہ مدام

چو زیں عالمم وقتِ غربت رسد ۱۲۷ بہ جاں نوبتِ رنج و کربت رسد

رہ از مشعلِ فضلِ پُرنور دار ۱۲۸ زِ من چنگ غارتگراں دور دار

دل اقربا پیشتر رفتگاں ۱۲۹ کنی از وصالم بے شادماں

عزازیل ازیں غصہ پُر غم بود ۱۳۰ بہ حیل اندرش تازہ ماتم بود

بہ وقتِ کہ پس ماندہ گریہ بہ من ۱۳۱ چناں کن کہ باشم بے خندہ زن

سفر دور و بس دور و زادِ قلیل ۱۳۲ ہلاکت در آرد بہ ابن السبیل

زِ فضلِ تو ام چشم بر رحمت است ۱۳۳ کہ رحمت زِ دایندۂ زحمت است

بضاعت جزیں نیست اندر کفم ۱۳۴ کہ دارم شاری بخیر الامم

بیا ساقیا من بہ طبعِ ملول ۱۳۵ نیارم کہ باشم ازیں پس حمول

---------جاری

☆☆☆

قسط نمبر ۲:

تذکرہ اساتذہ کرام درس گاہ حضرت مولانا محمد علیؒ مکھڈی

☆علامہ حافظ محمد اسلم

زبدۃ الکاملین حضرت مولانا محمد علی مکھڈیؒ نے علم وحکمت کا جو شجر نصب فرمایا اُس کی آبپاشی کے لیے جہاں اپنے وقت کی نامور شخصیات تشریف لاتی رہیں ان میں سے ایک ممتاز شخصیت استاذ الاساتذہ علامہ عطا محمد بندیالوی کی بھی نمایاں ہے۔

ولادت: استاذ العلماء کی ولادت باسعادت 1916ء موضع پدھراڑ ضلع خوشاب میں ہوئی۔

ابتدائی تعلیم: استاذ العلما نے قرآن شریف حفظ کرنے کی سعادت موضع وسنال ضلع چکوال حافظ الٰہی بخش سے حاصل کی۔ یاد رہے کہ اس درسگاہ کے بانی قاضی عبدالرحیم وسنالوی حضرت پیر مہر علی شاہؒ کے ہم سبق ساتھیوں میں سے تھے۔ تکمیل حفظ کے بعد وہیں قاضی محمد بشیر سے ابتدائی فارسی کتب پڑھیں۔ اس کے بعد استاذ العلما مرجع الفقہا علامہ یار محمد بندیالویؒ کی خدمت میں سات سال کے عرصہ میں مختلف کتب فنون وغیرہ میں مہارت تامہ حاصل کی۔ خیال رہے کہ فقیہ العصر علامہ یار محمد بندیالوی ضلع خوشاب کے باشندے تھے۔ آپ نے علوم ظاہر و باطنی کی خاطر ہندوستان کا سفر فرمایا تھا اور مولانا موصوف کو امام احمد رضا بریلویؒ نے علوم ظاہری کے لیے مولانا ہدایت اللہ خان رامپوری شاگرد رشید امام فضل حق خیرآبادی کی خدمت میں بھیجا تھا۔ علاوہ ازیں فقیہ العصر ہندوستان میں بائیس سال تک کا عرصہ تدریس فرماتے رہے۔ آپ صوفی محمد حسین الٰہ آبادیؒ خلیفہ حاجی امداد اللہ کے مریدؒ خاص تھے۔ بہرصورت فقیہ العصر نے اپنی علالت کی بناء پر

☆ مدرس درس نظامی، خانقاہ معلی حضرت مولانا محمد علیؒ مکھڈی

استاذ العلما کو علامہ مہر محمد اچھروی کی خدمت میں لاہور بھیج دیا اور یہ بھی یاد رہے کہ علامہ محمد موضع چوگھنڈی ضلع چکوال کے باشندے تھے۔ استاذ العلما نے علامہ مہر محمد سے معقولات کے علاوہ مشکوٰۃ اور مسلم شریف کا بھی درس لیا۔ کچھ عرصہ موضع انھی میں منطق وفلسفہ کی بعض کتب پڑھیں بعد ازاں استاذ الاساتذہ علامہ محبّ النبی کے پاس جامعہ نعمانیہ لاہور سے بھی استفادہ کیا۔ آپ علامہ غلام محمود پپلانوی بھیرہ (ضلع سرگودھا) سے بھی مستفید ہوئے اور استاذ العلما نے سندِ حدیث وفقہ شیخ عبدالقادر آفندی خطیب جامع مسجد امام اعظم بغداد شریف سے حاصل کی۔

مقاماتِ تدریس: استاذ العلما نے ۱۹۴۰ء میں علومِ ظاہریہ سے فراغت کے بعد تدریس کا آغاز فرمایا اور مختلف مدارسِ اہلسنت میں تشنگانِ علوم کو سیراب فرمایا۔ سب سے قبل اپنے استاد محترم علامہ مہر محمد اچھروی کے حکم کے مطابق مدرسہ فتحیہ اچھرہ میں منصب تدریس پر فائز ہوئے۔ علاوہ ازیں مندرجہ ذیل مدارس کو بھی رونق تدریس سے مشرف فرمایا۔ (حزب الاحناف، لاہور۔ حصار رانیاں، ہندوستان، بھیرہ شریف، سیال شریف، گولڑہ شریف، بندیال شریف، وڑچھہ شریف (خوشاب) جامعہ حامدیہ (کراچی)، خانقاہ معلّٰی شاہ محمد علیؒ مکھڈی، مکھڈ شریف، جامعہ محمدیہ نوریہ بھکی شریف)۔

استاذ العلما اور مشائخِ مکھڈ کے مابین محبت واحترام: استاذ العلما نے مولانا محمد علی مکھڈی کی درسگاہ میں ۱۹۸۵ء۔ ۱۹۸۶ء کے زمانہ میں تدریس کا فریضہ انجام دیا اور اُس وقت مشائخ مکھڈ شریف میں سے مولانا فضل الدینؒ اور مولانا قمر الدینؒ اور مولانا محی الدین صاحب گلؒ جیسے حضرات بھی علم ومعرفت کے گوہرِ نایاب موجود تھے۔ تاہم ان حضرات کی موجودگی میں استاذ العلما کا مکھڈ شریف کی جانب رخ فرمانا باعثِ فخر بلکہ باعث نور علیٰ نور تھا۔ کاش کہ ہمیں بھی ان مقدس اور محبوب لوگوں کی صحبت سے استفادہ کا موقع ملا ہوتا۔ بہر صورت استاذ العلما مشائخ مکھڈ کی نظر میں اور مشائخ مکھڈ قبلہ استاد صاحب کی نظر میں انتہائی محبوب ومحبّ تھے۔ جس کا اندازہ اس بات

سے ہوتا ہے کہ اعراس کے مواقع پر استاذ العلما کو مشائخ مکھڈ شریف برابر مسند پر بٹھانے کو اعزاز سمجھا اور اس طرح ایک مرتبہ استاد صاحب تفسیر بیضاوی کا سبق پڑھا رہے تھے دورانِ اسباق عمدۃ الافاضل مولانا فضل الدینؒ مسجد شریف کے راستہ سے مزار شریف کی حاضری کے لیے جا رہے تھے جب پیر صاحب نے قریب سے گزر فرمایا تو حضرت استاد صاحب ادبا کھڑے ہو گئے اسباق کے بعد طلبا نے سوال کیا کہ آپ تو دورانِ اسباق کسی کی طرف متوجہ نہیں ہوتے لیکن یہاں آپ کا معاملہ برعکس نظر آیا تو استاد صاحب نے فرمایا کہ میرے کھڑے ہونے کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ یہ مولانا محمد علیؒ کے سجادہ نشین ہیں اور بصورت دیگر یہ میرے حضرت (مہر علیؒ شاہ) کے صاحبزادہ کے ہم سبق ہیں (علامہ غلام محمد گھوٹوی کے ہاں) اور تیسری وجہ میرے کھڑے ہونے کی یہ ہے کہ یہ ان افراد میں سے ہیں کہ جن کے دورانِ اسباق بھی قیام کیا جا سکتا ہے اور اس طرح گاہے بگاہے استاذ العلما کی کلاس میں مولانا قمر الدینؒ کی تشریف آوری ہوتی تھی۔ جب کبھی سبق ختم ہو جاتا تو یہ دونوں حضرات اک دوسرے سے مختلف موضوعات پر سیر حاصل بحث فرماتے اور چند ہی لحات میں ان حضرات کی محفل کا عجیب رنگ بن جاتا۔ کبھی تو استاد صاحب فارسی کا شعر پڑھتے اور دوسری جانب سے مولانا قمر الدینؒ محفل کو گرمانے کے لیے کوئی اور شعر پڑھ دیتے تھے۔ تو اس طرح محفل میں حافظ شیرازیؒ، شیخ سعدیؒ، مولانا رومؒ کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ استاذ العلما کو حضرت مولانا شاہ محمد علی مکھڈیؒ سے بھی انتہائی عقیدت تھی، جس کا انکشاف یوں ہوا کہ راقم الحروف کو ایک موقع پر مفتی ابراہیم سکھروی وطن اصلی (ڈھوک لاہم، کھڑپہ۔ پنڈی گھیب) نے بتایا کہ جب ہم قبلہ استاد صاحب کے پاس بندیال شریف شرح عقائد خیالی کا سبق پڑھ رہے تھے تو دورانِ سبق ایک مشکل مقام آیا تو استاد صاحب فرمانے لگے اس مقام کو غور سے سمجھو کیونکہ یہ بڑا اہم مقام ہے اور ساتھ ہی فرمانے لگے کہ میرا غالب گمان ہے کہ یہ وہی مقام ہے کہ جب مولانا محمد علیؒ مکھڈی تونسہ مقدسہ کی طرف بقصدِ زیارت جا رہے تھے اور آپ نے ڈیرہ اسماعیل خان کی ایک مسجد میں قیام فرمایا تو وہاں ایک مولانا صاحب ''شرح عقائد خیالی'' پڑھا رہے تھے اور ان سے وہ مقام حل

نہیں ہو رہا تھا تو طلبا کی درخواست پر مولانا مکھڈیؒ نے وہ مشکل مقام حل فرمایا تھا لہٰذا استاد صاحب کا مولانا محمد علی کا ذکر خیر کرنا دلیلِ محبت ہے حالانکہ اس وقت استاذ العلما مکھڈ شریف سلسلہ تدریس کے لیے بھی تشریف نہیں لائے تھے۔ اس طرح مولانا فضل الدینؒ سے استاد صاحب کی شخصیت کے متعلق کسی نے سوال کیا تو مولانا فضل الدینؒ فرمانے لگے کہ مولانا عطا محمد عالمِ دین ہونے کے ساتھ ساتھ صحیح العقیدہ عالم دین ہیں کیونکہ عالم تو بے شمار ہوتے ہیں لیکن ان کا عقیدہ درست نہیں ہوتا۔

استاذ العلما کی محبتِ تعلیم و تعلم: قبلہ استاد صاحب کو تدریس سے انتہائی محبت تھی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج تمام مدارس اہلسنت بالواسطہ یا بلاواسطہ استاذ العلما کے مرہونِ منت ہیں۔

ایں سعادت بزور بازو نیست: تاہم استاد صاحب کا اندازِ تدریس اس قدر دلکش تھا کہ آپ ایک مرتبہ مکھڈ شریف میں اسباق کی تقریر فرما رہے تھے تو مولانا فضل الدینؒ نے کہیں سے سبق کی آواز سن لی تو فرمانے لگے کہ جب علامہ بندیالویؒ سبق پڑھاتے ہیں تو میرے جسم پر بربنائے محبت رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور استاد صاحب کی عادتِ مبارکہ تھی کہ آپ بغیر مطالعہ کے اسباق نہیں پڑھاتے تھے۔ اگر رات کو مطالعہ مکمل نہ ہو سکتا تو صبح وہ سبق ترک فرما دیتے۔ راقم الحروف کو ایک مرتبہ حاجی غلام مرتضی مرحوم (مدفن۔ مکھڈ شریف) نے بتایا کہ جب مولانا عطاء محمد صاحب یہاں پڑھاتے تھے تو مجھے سائیں صالح گلؒ صاحب کی طرف سے حکم تھا کہ جب تک مولوی عطاء محمد صاحب کا رات کو مطالعہ مکمل نہ ہو جائے تو نے جنریٹر بند نہیں کرنا۔ ایک دن میں نے مولوی صاحب کے مطالعہ سے قبل جنریٹر بند کر دیا تو صبح مولانا صاحب نے وہ سبق طلبہ کو نہ پڑھایا اور صاحبزادہ ناصر گل صاحب کو فرمایا کہ رات کو آپ کے ملازم نے جنریٹر قبل از وقت بند کر دیا تھا لہٰذا میرا مطالعہ مکمل نہیں ہو سکا۔ یہ تھا استاد صاحب کا محبتِ دین اور تعلیم و تعلم کا انداز۔

استاذ العلما کے تلامذہ: یوں تو استاذ العلما کی ساٹھ سالہ تدریس سے مکمل ایک جہاں

مستفید ہوا اور تا قیامِ قیامت ہوتا رہے گا، لیکن جن حضرات نے قیامِ مکھڈ شریف کے دوران اکتسابِ فیض کیا ان میں سے صاحبزادہ ناصر گل (مکھڈ شریف)، مفتی فضل الرحمن (ڈیرہ اسماعیل خان)، مولانا مرتضٰی عطائی (فیصل آباد)، مولوی مقبول احمد (موسیٰ والی) مفتی عارف الحسنی (ڈیرہ اسماعیل خان)، صاحبزادہ معظم سلطان (سلطان باہو)، صاحبزادہ غلام صفدر (بالا شریف)، صاحبزادہ اسرار الحق بندیالوی (بندیال شریف) وغیرہ اہم حضرات کے اسما نمایاں ہیں۔

اہلِ شوق کے لیے خبرِ مسرت: چونکہ مولانا محمد علیؒ مکھڈی کی درسگاہ ہندوستان کے مدارس میں سے ایک منفرد حیثیت و مقام کی حامل ہے اس لیے یہاں اپنے وقت کے جلیل القدر فضلاء مختلف اوقات میں تشریف لاتے رہے۔ جن کا مکمل شمار نا ممکن ہے۔ تاہم قسط اوّل میں کچھ اساتذہ کے اسماء گرامی مذکور ہوئے ہیں۔ اب اس قسط میں چند اسما قارئین کی نذر کیے جاتے ہیں۔ مفتی غلام جان ہزاروی، استاذ المعقول محمد دین بدھوی، مولانا محمد امین الدین قریشی، مولوی چراغ الدین قریشی۔ مولانا عبدالروف، مولانا سراج الدین الخمروی، استاذ النحو مولانا محمد اسماعیل کوکلوی (ہزارہ)، مولوی سرور شاہ (چونترہ) مولوی عبدالحق ملکوال، مولوی ابرار شاہ ہزاروی، مولانا غلام عزیز (نور پور، اٹک) بتوفیقہ تعالیٰ انشاء اللہ راقم کا ارادہ ہے کہ عنقریب ان حضرات کی بھی فہرست تیار کی جائے گی جو حضرت مولانا محمد علی مکھڈی کی درسگاہ میں اکتسابِ فیض کرتے رہے۔

استاذ العلماء کی تصانیف: قبلہ استاد صاحب کی تمام تصانیف نقلیات و عقلیات کی جامع ہیں۔ اور عقیدہ اہلسنت کی وضاحت کے لیے بحرِ ذخار ہیں۔ خاص کر مدرسینِ کتبِ درسیہ کے لیے تو استاد صاحب کے تمہیدی مقدمات علامہ تفتازانی وعلامہ میر جرجانی کی یاد تازہ کرتے ہیں۔ آپ کی تصانیف میں سے چند تصانیف قابلِ ذکر ہیں۔

۱۔ سیف العطاء۔ یہ کتاب سیدہ کے ساتھ غیر سید کا نکاح کیسا ہے؟ کے موضوع پر ہے۔

۲۔ مسئلہ حاضر وناظر
۳۔ مسئلہ خضاب کا شرعی حکم
۴۔ مسئلہ ایمانِ ابی طالب
۵۔ رویتِ ہلال کا شرعی حکم
۶۔ عورت کی حکمرانی کا شرعی حکم
۷۔ فضائلِ اہلِ بیت
۸۔ سفر نامہ بغداد شریف
۹۔ اذان سے قبل درود شریف کا حکم

ماخذ:

☆ کشورِ تدرس کے تاجدار: عبدالحکیم شرف قادری
☆ حیاتِ استاذ العلما: غلام رسول سعیدی
☆ تذکرہ اکابرِ اہلسنت: عبدالحکیم شرف قادری
☆ مقالاتِ بندیالوی: علامہ عطا محمد بندیالوی
☆ التحقیق الفرید: مرتب: مولوی نذر حسین

☆☆☆☆☆

مسائلِ وضو

حضرت علامہ صاحبزادہ بشیر احمد☆

وضو کے بعد مسنون کلمات پڑھنے کی فضیلت

عن عمر بن الخطاب عن النبی ﷺ قال ما منکم من احدٍ یتوضاء. فیسبغ الو ضو ثم یقول اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریک له و اشهد ان محمدً عبده ور سو له الا فتحت له ابوا ب الجنة الثما نیة ید خل من ایهاشاء . (مسلم شریف)

حضرت عمر بن الخطابؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا! جس شخص نے صحیح مکمل وضو کیا اور یہ دعائیہ کلمات پڑھے۔ اس شخص کے لیے جنت کے آٹھ دروازے کھول دیے جاتے ہیں، جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے۔

دعائیہ کلمات یہ ہیں۔

اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریک له و اشهد ان محمدً عبده ورسو له.

....

☆ حضرت غلام زین الدینؒ ترگوی کے پوتے، اسلامی علوم پر گہری نگاہ رکھتے ہیں۔ مدرسہ عالیہ زینت الاسلام کے ناظم اعلیٰ۔

دوسری روایت میں ان کلمات کے بعد اس دعا کا پڑھنا بھی آیا ہے۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ من التوا بین و اجعلنی من المتطھرین ۔

سبحان اللہ کیا شان وضو ہے کہ اگر واجبات وسنن کا لحاظ کرتے ہوئے وضو کیا جائے اور یہ دعائیہ کلمات پڑھے گئے، تو جنت کے تمام دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ اللہ کی رحمت کتنے جوش میں ہے۔ علما نے فرمایا کہ غسل کے بعد ان کلمات کا پڑھنا مستحب ہے۔

عن عثما ن بن عفان انه قال سمعت رسو ل اللہ ﷺ یقول من تو ضا فغسل یدیه ثم مضمض ثلا ثا و استنشق ثلا ثا و ید یه الی المر فقین ثلا ثا و مسح را سه ثم غسل رجلیه ثم لم یتکلم حتیٰ یقول اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریک له و اشهد ان محمدًا عبده و رسو له غفر لهه ما بین الوضو ین ...(روا ہ ابو یعلی والدار قطنی)

ترجمہ: حضرت عثمان سے روایت ہے کہ میں نے رسول ﷺ کو فرماتے سنا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اپنے وضو میں اپنے ہاتھ دھوئے۔ تین مرتبہ منہ میں پانی ڈالا۔ تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالا۔ پھر تین مرتبہ چہرہ دھویا، اور تین مرتبہ بازوؤں کو دھویا کہنیوں تک۔ پھر سر کا مسح کیا۔ پھر پاؤں دھوئے۔ پھر کلام کرنے سے قبل یہ دعا پڑھی۔ تو دو وضوؤں کے درمیان صادر ہونے والے تمام گناہ معاف فرما دیے جاتے ہیں۔ یعنی اس وضو سے قبل جو وضو کیا تھا۔ اس وضو سے لے کر موجودہ وضو کرنے کے درمیانی وقت تک جو گناہ صادر ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمادے گا

عن ابی سعید قا ل رسو ل اللہ ﷺ من تو ضا فقال سبحا نک اللھم و بحمد ک اشھد ان لا الہ الا انت استغفر ک و ا تو ب الیک کتب فی رق ثم جعل فی طا بعِ فلم تکسر الیٰ یو م القیا مۃ (دارِ قطنی)

ترجمہ: حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے وضو کے بعد یہ دعا پڑھی۔ اس کا ثواب چمڑے کی کھال پر لکھ دیا جاتا ہے پھر اس پر مہر لگا دی جاتی ہے۔ اس کو

قیامت کے دن ہی کھولا جائے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ چمڑے کی کھال پر لکھ کر مہر لگا کر عرش معلیٰ کے نیچے رکھ دیا جاتا ہے۔ یعنی اتنے اعلیٰ مقام پر اس دعائیہ کلمہ کو محفوظ رکھنا اس کی قبولیت کی نشانی ہے۔ دعا یہ ہے۔

سبحا نک اللھم و بحمدک اشھد ان لا الہ الا انت استغفر ک واتو ب الیک.

علما نے فرمایا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ وضو کرنے کے بعد ان تمام دعاؤں کو پڑھ لے اور علما نے یہ بھی فرمایا ہے کہ غسل کے بعد بھی ان دعاؤں کا پڑھنا مسنون اور مستحسن ہے۔

☆☆☆

مختصر مقالات

علامہ بدیع الزمان نورسی

چوتھا مقالہ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

"اَلصَّلٰوۃُ عِمَادُ الدِّیْنِ"(۱)

اگر تم نماز کی اہمیت اور قدر و قیمت سے آگاہ ہونا چاہتے ہو اور یہ جاننا چاہتے ہو کہ اس کا حصول کتنا آسان اور اسے اپنانا کتنا کم خرچ بالانشیں ہے اور یہ کہ جو نماز قائم نہیں کرتا ہے اور اس کا حق ادا نہیں کرتا ہے وہ سراپا حماقت، نادان اور نقصان اٹھانے والا ہے۔ جی ہاں! اگر تم دو جمع دو برابر چار کی طرح پورے یقین کے ساتھ اس چیز کی جان کاری چاہتے ہو تو مندرجہ ذیل چھوٹی سی تمثیلی کہانی میں غور کرو:

ایک دفعہ ایک فرمانروا اپنے دو خدمت گاروں کو اپنے خوبصورت کھیتوں میں بھیجتا ہے اور ان دونوں کو چوبیس چوبیس سونے کے سکے دیتا ہے تاکہ دونوں ان کھیتوں تک باآسانی پہنچ سکیں۔ جو کہ دو ماہ کی مسافت پر تھے۔ اور انھیں حکم دیتا ہے کہ اس رقم سے اپنے لیے ٹکٹوں کا اور راستے کے خرچ اخراجات اور وہاں پہنچ کر رہائش وغیرہ کا انتظام کر لینا۔ یہاں سے ایک دن کی مسافت پر ایک سٹیشن ہے وہاں سے آگے جانے کے لیے کار، بحری جہاز، ٹرین اور دیگر ہر قسم کے ذرائع آمد و رفت کی سہولت میسر ہے، اور ہر چیز کا کرایہ علیحدہ علیحدہ ہے، مسافر جس پر چاہے حسب توفیق سفر کر سکتا ہے۔ یہ تمام ہدایات لے کر خادم وہاں سے نکلے۔ ان میں سے ایک بڑا نیک بخت تھا، اس نے اسٹیشن تک جاتے ہوئے راستے میں کچھ رقم خرچ کر کے اس سے کچھ کاروبار کیا جس سے اسے خاطر خواہ نفع ہوا اور اس کی رقم میں ہزار گناہ اضافہ ہو گیا۔

لیکن دوسرے نے اپنی سوئے قسمت اور بیوقوفی کی وجہ سے چوبیس میں سے تیئس (۲۳) سکے کھیل تماشے اور عیاشی اور جوئے میں خرچ کر دیئے، اور اس طرح اسٹیشن تک پہنچتے پہنچتے اس کے پاس صرف ایک سکہ رہ گیا۔

اس کے دوست نے اس سے کہا:

"ارے ناداں! یہ ایک سکہ جو بچ گیا ہے اسے بھی یونہی ضائع نہ کر بیٹھنا بلکہ اس سے اگلے سفر کے لیے ٹکٹ خرید لو، ہمارا آقا بڑا مشفق، فیاض اور مہربان ہے، عین ممکن ہے کہ وہ تجھ پر ترس کھا جائے اور تیری غلطی سے درگزر کر جائے اور تیرے لیے جہاز کی سواری کا انتظام بھی کر دے، اور اس طرح ہم منزلِ مقصود پر اکٹھے ایک دن پہنچ جائیں۔ اور دیکھ، اگر تو نے میری بات پر کان نہ دھرا تو یاد رکھ تجھے مسلسل مکمل دو ماہ تک اس لق ودق صحرا میں پیدل سفر کرنا پڑے گا، اس طویل سفر میں کوئی تیرا رفیق سفر نہ ہوگا، بھوک تیرا کباڑا کر دے گی اور اجنبیت تیرا ہر طرف سے منہ چڑائے گی۔ تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر یہ احمق آدمی اب ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرے، زوال پذیر خواہش کی تکمیل اور عارضی لذت اندوزی کے لیے وہ آخری سکہ بھی صرف کر ڈالے اور ٹکٹ نہ خریدے جو کہ اس کے لیے ایک خزانے کی چابی کی حیثیت رکھتی ہے، تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ آدمی انتہائی بدقسمت، احمق اور واقعہ میں بیوقوف ہے؟ ۔۔۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا ادراک پرلے درجے کا بلید الذہن آدمی بھی کر سکتا ہے۔

اے نماز سے بھاگنے والے! اے میرے نماز سے تنگ پڑنے والے من!

اس کہانی میں مالک، حاکم یا آقا ہمارا پروردگار اور خالق و مالک عزوجل ہے۔ سفر پر نکلنے والے دو خادم جو ہیں ان میں سے ایک تو وہ ہے جو دین دار ہے، جو ذوق وشوق سے اس طرح نماز پڑھتا ہے کہ اس کا حق ادا کر دیتا ہے، اور دوسرا وہ ہے جو غفلت شعار اور تارک

الصّلوٰۃ ہے۔اور سونے کے جو"چوبیس" سکے ہیں۔وہ عمر عزیز کے ہر گزرنے والے چوبیس گھنٹے ہیں۔اور وہ خصوصی باغ یا جاگیر جو ہے وہ جنت ہے،اور اسٹیشن قبر ہے۔

باقی رہا وہ لمبا سفر یا طویل سیر وسیاحت،تو اس سے مراد نوع انسانی کا وہ سفر ہے جو قبر کی طرف رواں دواں،حشر کی طرف جاری وساری اور دار الخلود کی طرف چلا چل ہے۔اور اس راستے کے مسافر اپنا اپنا سفر اپنے اعمال اور اپنے تقویٰ و پرہیزگاری کے حساب سے مختلف درجات میں طے کرتے ہیں،کچھ اہلِ تقویٰ ان میں سے ہزار برس کا فاصلہ بجلی کی طرح طے کر لیتے ہیں اور کچھ پچاس ہزار برس کا فاصلہ خیال کی رفتار سے طے کر لیتے ہیں۔ قرآن پاک نے اس حقیقت کی طرف دو آیتوں میں اشارہ کیا ہے۔

اور ٹکٹ سے مراد اس کہانی میں نماز ہے جو کہ پانچوں نمازیں وضو سمیت زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ لیتی ہیں۔

سو کس قدر خسارے میں ہے وہ آدمی جو اِس چھوٹی سی فانی دنیا کے لیے تئیس (۲۳) گھنٹے صرف کرتا ہے اور صرف ایک گھنٹہ اُس لمبی اور ابدی زندگی کے لیے صرف نہ کر سکے! یہ آدمی خود اپنی ذات کے لیے کتنا ظالم ہے! یہ آدمی کتنا احمق،نادان اور مورکھ ہے!

اگر کوئی آدمی اپنی جائیداد کا آدھا حصہ کسی ایسی لاٹری میں لگا دے جس میں ہزاروں لوگ حصہ لے رہے ہوں اور جس میں جیتنے کا چانس ہزار میں سے صرف ایک فیصد ہے،تو یہ کام بڑا معقول اور مناسب سمجھا جائے گا۔

لیکن اُس آدمی کے بارے میں کیا خیال ہے جو اپنی جائیداد کا چوبیسواں حصہ اس ابدی خزانے کے لیے خرچ نہیں کرتا ہے، جہاں کامیابی کا ننانوے (99) فیصد امکان ہے۔۔۔! کیا یہ روش خلافِ عقل اور خلافِ حکمت شمار نہیں ہوگی؟ کیا اپنے آپ کو عقل مند کہلانے والا آدمی یہ معمولی سی بات بھی نہیں سمجھ سکتا ہے؟

نماز فی نفسہ عقل وقلب وروح کے لیے بیک وقت بہت بڑی راحت اور آسودگی ہے۔مزید یہ کہ یہ کوئی ایسا عمل نہیں ہے جس میں جسم کے لیے کوئی مشقت پائی جاتی ہو۔اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ایک نمازی انسان کا ہر دنیاوی جائز کام جو نیک نیتی سے ادا کیا گیا ہو اللہ کی عبادت کا درجہ پائے گا۔اور یہ ایک ایسا نسخہ ہے جسے استعمال میں لاکر ایک نمازی آدمی اپنی عمر کا تمام سرمایہ آخرت کی طرف منتقل کرسکتا ہے اوراس طرح وہ اپنی اس فانی عمر کے ذریعے دائمی اورابدی عمر حاصل کرسکتا ہے۔

کتاب: رقصِ شرر　　　　مصنف: شوکت محمود شوکت

پبلشرز: ادارہ القلم، اٹک　　　　مبصر: قمر زمان

''رقصِ شرر'' شوکت محمود شوکت کا دوسرا شعری مجموعہ ہے جو ابھی چند ماہ پہلے ہی مَنصہ شہود پر آیا ہے۔ اس سے پہلے ۲۰۰۳ء میں ان کا پہلا مجموعہ ''زخمِ خنداں'' کے نام سے شائع ہو کر دادو تحسین حاصل کر چکا ہے۔ اس کے علاوہ انھوں نے ''نگارشاتِ ساغری'' کے نام سے اپنے والد امیر محمد خان ساغری کے مضامین کا مجموعہ بھی مرتب کر کے شائع کیا۔ ان کے نعتیہ کلام کا مجموعہ اور ادبی مضامین کے مجموعے کے علاوہ ''نذر صابری۔ احوال و آثار'' کے نام سے کتاب بھی زیرِ طبع ہے جو ان کا ایم فل کا مقالہ ہے۔ ''رقصِ شرر'' میں شوکت محمود شوکت نے حمد، نعت، سلام اور نظم و غزل کے روپ میں عمدہ شاعری کے نمونے پیش کیے ہیں۔ حمد کے دو اشعار یُوں ہیں۔

سکوں دِلوں کو جو بخشے وہ یاد کس کی ہے
جہاں پہ لطف و کرم بے مثال کس کا ہے
ہیں کس کے قبضۂ قدرت میں مشرق و مغرب
جنوب کس کا ہے شوکتؔ شمال کس کا ہے

حمدیہ اشعار میں توحیدِ باری کے اتنے اعلیٰ نمونے پیش کرنے کے علاوہ شاعر نے اپنی تعارفی مضمون میں بھی اس بات کا برملا اظہار کیا ہے کہ ''دلوں کا اطمینان اللہ ہی کے ذکر سے ہے'' اسی طرح انھوں نے اپنے نعتیہ کلام کے ذریعے حضور ﷺ کی رسالت کا بھی بڑے خوبصورت انداز میں اقرار کیا ہے۔

وہاں وہاں تیری یادیں سہار لیتی ہیں
جہاں جہاں بھی ، میں جینا محال دیکھتا ہوں
عذابِ گردشِ دوراں کے سامنے شوکتؔ
میں وردِ اسمِ محمدؐ کی ڈھال دیکھتا ہوں

''رقصِ شرر'' کا انتساب بھی ایک حمد ہے اس کے علاوہ پانچ نعتیں، دو سلام، بارہ نظمیں اور بقیہ غزلیں مجموعہ کا حصّہ ہیں۔

شوکت محمود شوکتؔ نے غزل کے ساتھ ساتھ نظموں کو بھی اپنے دل کی آواز بنایا ہے۔ انھوں نے ایک سچے اور حساس فنکار کی طرح اپنے گرد و پیش میں جو دیکھا اس کو شعر کی صورت میں سجا کر ہمارے سامنے پیش کر دیا۔ اسی لیے ان کی غزل ہو یا نظم اپنے عہد کی سچی ترجمانی کرتی دکھائی دیتی ہیں۔

نذرِ غالب، نذرِ اقبال اور نذرِ احمد فراز کے ذریعے اپنے ان اسلاف کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ ان کی نظم ''استغفار'' مسلم امہ کا نوحہ ہے جو معاصر حالات کے حوالے سے شاعر کی سوچ کا مظہر ہے۔ اسی طرح ''سالِ نو مبارک'' اور ''اے ہلالِ عید'' کے ذریعے وہ معاشرتی ناہمواریوں پر آواز اٹھاتے دکھائی دیتے ہیں۔ ماں کی عظمت و بڑائی کا اعتراف ان کی نظم ''اسلام اے میری ماں'' میں نظر آتا ہے۔ ان نظموں اور غزلوں میں ایک عنصر مشترک ہے اور وہ ہے ''درد و غم''۔

یہ درد و غم ان کی شاعری میں جا بجا بکھرا نظر آتا ہے جو شاعر کی بے چین روح اور بے قرار دل کی کیفیتوں کا اظہاریہ ہے۔

جہانِ رنگ و بُو کو چھان مارا
کہیں آرامِ قلب و جاں نہیں ہے

....

ماحول سوگوار ہے منظر ہیں سب اداس
کن حادثوں سے زندگی دوچار ہو گئی

لیکن درد وغم تو ان کی شاعری کا فقط ایک حوالہ ہے۔اس کے ساتھ ہی وہ جمالیات کی بات کرتے ہیں تو اس کا بھی اپنا ہی ڈھنگ ہے۔ پھر شاعر کو اپنے اردگرد پھیلے گلاب، جگنو، دیے سب جمالِ یار کے استعارے دکھائی دیتے ہیں اور اپنی شاعری کو بھی جمالِ یار کی دین قرار دیتے ہیں۔

شوکتؔ جمال یار کے سب استعارے ہیں
جگنو، ہوئے، گلاب، ہوئے یا دیے، ہوئے

....

جمالِ یار سے شوکتؔ کشید ہوتی ہے
ہمارے بس میں وگرنہ سخن وری کب تھی

شوکت محمود شوکتؔ کی شاعری مختلف رنگوں سے مزین ہے اس میں ہجر وصال بھی ہے اور جبر و نارسائی کا گلہ بھی، احباب سے الفت کا بھی اظہار بھی ہے اور ان سے شکوہ کناں بھی دکھائی دیتے ہیں۔ گویا زندگی کا ہر رنگ اور ہر پہلو ان کی شاعری میں منعکس ہوتا دکھائی دیتا ہے۔

ان کے ہم عصر شاعر سجاد حسین ساجدؔ نے زندگی کا یہ روپ بیان کیا ہے کہ

غمِ دوراں، غمِ جاناں، غمِ جاں
حیات ایک سہ جہاتی مسئلہ ہے

اور شوکت محمود شوکتؔ کی شاعری میں ان سب مسائل پر برملا اظہار دکھائی دیتا ہے۔

رہِ حیات کی دشواریاں، معاذاللہ
قدم قدم پہ نشیب و فراز دیکھے گئے

اور غمِ جاناں کا بھی اعتراف ہے کہ

شوکتؔ فراقِ یار میں زندہ تو ہوں مگر
بجھتے ہوئے چراغ سی اپنی مثال ہے

ان کی شاعری میں جہاں ہجر و وصال کی بات ہوتی ہے جمالِ یار کا قصہ بیان ہوتا ہے وہیں جبرِ ناروا کے خلاف ان کا لہجہ مزاحمتی بھی ہو جاتا ہے۔

ہم سے امیرِ شہر کا ہو گا نہ کچھ لحاظ
ہم سے کرے وہ بات ذرا منہ سنبھال کے

شوکت محمود شوکتؔ بنیادی طور پر ایک خوش مزاج آدمی ہیں اور اس کی یقینی طور پر وجہ یہ ہے کہ وہ ''خشک'' ہیں ساغری خشک۔ ان کی خوش مزاجی ایک وسیع حلقۂ احباب کی وجہ بھی ہے وہ محفل کے آدمی ہیں اور محفلوں میں ہی خوش رہتے ہیں مگر مادہ پرستی اور نفسا نفسی کی وجہ سے اب احباب کا مِل بیٹھنا محال ہو چکا ہے اور شوکت محمود شوکتؔ نے اس کا شکوہ بھی بڑی سچائی سے کیا جو ان کے دل کی آواز ہے۔

بہاریں رقص فرما ہیں چمن میں
ولیکن محفلِ یاراں نہیں ہے

....

شوکتؔ آشفتہ سراب رات کو آتے نہیں
اب نہیں جمتی بساطِ دوستاں ان کے بغیر

غرض انھوں نے زندگی کے معاملات کو جس طرح دیکھا ہے ویسا ہی اپنی شاعری میں پُرو دیا ہے ان کے اشعار ان کے قلب و نظر کی سچائی کے مظہر ہیں۔ وہ ہر لمحہ سوچنے پر مجبور کرتے ہیں۔

ان کے پہلے مجموعہ کلام ''زخمِ خنداں'' کی نسبت ''رقصِ شرر'' کی شاعری متنوع بھی ہے

اور پختہ تر بھی، ان کی شخصیت کی طرح ان کی شاعری کی بھی مختلف جہتیں ہیں انھوں نے پاکستان ائیر فورس میں خدمات انجام دیں۔ وکالت کی، اب تدریس سے وابستہ ہیں۔ ایم فل کا مقالہ لکھ کر ایک محقق کی حیثیت سے بھی سامنے آئے ہیں اور ان سب معاملات کے ساتھ ساتھ شاعری بھی جاری رہی۔

اردو ادب کے ممتاز استاد۔ منفرد شاعر اور مصور جناب مشتاق عاجزؔ نے شوکت محمود شوکتؔ کے فن و شخصیت کے حوالے سے ''روشنی کا رقص'' کے عنوان سے ایک مضمون لکھا ہے جو کتاب کا حصہ ہے اسی طرح سجاد حسین ساجد نے ''رقصِ شرر کی شاعری'' اور کتاب کے ناشر شاکر القادری نے بھی عرض ناشر کے زیر عنوان اپنی آرا پیش کی ہیں۔

کچھ ہی عرصہ پہلے اٹک کے سہ ماہی مجلّہ ''فروغ نعت'' اٹک کے شمارہ ۴ میں نعت نگاری کے حوالے سے ایک گوشہ'' گنجِ شوکت'' کے نام سے شائع کیا گیا، جو ان کے فن و شخصیت پر ایک دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔ شوکت محمود شوکتؔ کی شاعری و شخصیت کو سمجھنے کے لیے یہ سب حوالے موجود ہیں۔ ''رقصِ شرر'' کو خوبصورت تزئین و آرائش کے ساتھ ''ادارہ القلم مطبوعاتِ اٹک'' سے جناب شاکر القادری صاحب نے شائع کیا ہے۔ کتاب کے بیرون شاعر کی تصویر کے ساتھ یہ دو اشعار درج ہیں۔

مجھے معلوم، کتنا معتبر ہوں
حباب آثار ہوں، رقصِ شرر ہوں

....

خطائیں مجھ سے دانستہ بھی ہوں گی
کہ آدم زاد ہوں، شوکتؔ بشر ہوں

☆☆☆☆☆

سہ ماہی مجلہ: فروغ نعت　　مدیر:　سید شاکر القادری چشتی نظامی

پبلشرز:　ادارہ القلم، اٹک　　مبصر:　نصرت بخاری

اگرچہ ۱۹۰۶ء میں ضلع اٹک میں ''رہنمائے تعلیم'' کی اشاعت سے رسائل و اخبارات کے اجرا کی روایت قائم ہو چکی تھی لیکن کئی سالوں تک نعتیہ ادب کے فروغ کے لیے رسائل کے حوالے سے اٹک کا دامن تہی نظر آتا تھا؛ البتہ نذر صابری صاحب مرحوم کے زیرِ نگرانی محفلِ شعر و ادب کے زیرِ اہتمام نعت کا چلن عام ہوتا رہا؛ اس کے علاوہ صابر حسین شاہ نے بھی اٹک کے نعت گو شعرا پر کچھ کام کیا تھا لیکن انھیں بھی اپنی تحقیقی کاوش کی اشاعت کے لیے دسمبر ۱۹۹۶ء میں ماہ نامہ ''نعت'' لاہور کا منت پذیر ہونا پڑا۔ لیکن ۲۰۱۳ء کا سال ادبی تاریخ مرتب کرنے والوں کے لیے اس لیے اہم ہے کہ یہاں اٹک سے یکے بعد دیگرے دو رسائل نعتیہ ادب کی ترویج و فروغ کے لیے میدانِ عمل میں نکلے۔ سب سے پہلے مجلّہ ''فروغِ ادب'' کا قافلہ روانہ ہوا اور پھر اس کے فوراً بعد اسی مہینے میں ''نعتیہ ادب'' کا چراغ روشن کیا گیا اور یوں یہ دونوں رسائل اٹک میں نعتیہ ادب کی مجلّاتی روایت کا نقطۂ آغاز ہیں۔

آنے والے وقتوں میں اٹک میں ادب سے وابستہ لوگ نعتیہ ادب کے فروغ کے لیے کوشاں ان رسائل کے ممنون ہوں گے۔ شاکر القادری صاحب کی خوبی یہ ہے کہ وہ اچھوتے کام پر کمند ڈالتے ہیں۔ مجلّہ ''فروغِ نعت'' کا اجرا بھی ان کے اچھوتے کاموں میں شمار ہوگا۔ کیونکہ اس سے پہلے ضلع اٹک میں نعت کے حوالے سے

کسی مجلے، کتابچے یا اخبار کو نعت کے لیے مخصوص نہیں کیا گیا۔ جولائی ۲۰۱۳ء مجلے کی اشاعت کا نکتہ آغاز ہے اور مجلہ ۱۱۲ صفحات پر مشتمل ہے؛ مجلسِ مشاورت میں ڈاکٹر ریاض مجید، ڈاکٹر عزیز احسن، ڈاکٹر شہزاد احمد، ڈاکٹر احسان اکبر، ڈاکٹر عبدالعزیز ساحر، ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد اور ڈاکٹر طاہر مسعود قاضی کے ناموں شامل کرلیا گیا۔ اس کے مدیر سید شاکر القادری چشتی نظامی ہیں؛ اس سے پہلے وہ ضلع کونسل کے مجلے ''اٹک فیسٹول'' سے وابستہ رہ چکے تھے اور مجلہ ''ن والقلم'' کی ادارت کا تجربہ بھی ان کے پاس ہے۔ حسین امجد، سید فیضان الحسن گیلانی، سید ریحان الحسن گیلانی اور جنید نسیم سیٹھی مجلس مشاورت کے رکن ہیں۔ مجلے کے اجرا کے متعلق مدیر نے لکھا ہے کہ: ''مجھے ابتدا ہی سے نعت گوئی سے شغف رہا ہے اور میں اپنے شعری سفر کے آغاز سے ہی اپنی تمام تر عجز بیانی اور فنی بے مائیگی کے باوجود نعت لکھتا رہا۔ اس تخلیقی عمل کے دوران [میں] کئی ایسے لحات نصیب ہوئے جنھوں نے قلب کو گداز بخشا اور گوشۂ چشم کو نمی عطا کی؛ بس ایسا ہی کوئی لحہ تھا جو بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں باریاب ہوا اور دوری کو حضوری میں بدلنے کا باعث بن گیا۔

وطن واپسی پر یہ خیال دِل ودماغ میں جاگزیں ہوگیا کہ اب فروغِ نعت کو ہی اپنی زندگی کا مقصد بنالینا چاہیے۔ سو اس سلسلہ میں چند دوستوں سے مشاورت کے ساتھ اکادمی فروغِ نعت کا قیام عمل میں لاکر اس کا الحاق پاکستان قرآت ونعت کونسل سے کیا گیا۔ اس اکادمی کے مقاصد میں ماہانہ محافلِ نعت کا قیام، نعت خوانی کی تربیت کا اہتمام، نعت خوانی اور نعت گوئی میں درآنے والی بے احتیاطیوں کی نشان دہی اور ان سے اجتناب کی دعوت ساتھ ساتھ معیاری نعتیہ ادب کی ترویج کے لیے سہ ماہی

مجلہ فروغ نعت کا اجرا شامل ہیں[ہے]"۔(۱)

"فروغ نعت کا اجرا رسول پاک ﷺ سے محبت کا عملی ثبوت ہے، اس کے ساتھ ساتھ"۔(۲) رسالے کی بنیادی ذمہ داری کا مقصد نعت کا فروغ ہے لیکن نعت میں راہ پانے والے فنی سقم، نادانستہ طور پر اشعار کے مضمون میں موجود گستاخیاں، کوتاہیاں، ذو معنی، کم زور اور لایعنی اشعار پر تنقید، گرفت اور نشان دہی بھی رسالے کے مقاصد میں شامل ہے۔ کیونکہ: "یہ صنفِ سخن بہت زیادہ حزم واحتیاط کی متقاضی ہے کیونکہ ذرا سی بے احتیاطی خیر و برکت کے اس عمل کو اپنے مقصد سے دور لے جا سکتی ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ نعت کا بیج دل میں پھوٹتا ہے۔ عقیدت و مودت کی فضا میں پلتا اور جذب و کیف کے ساتھ حسن ادا کے سانچے میں ڈھلتا ہے۔ تاہم فن کے تقاضوں کا احترام اور التزام بھی ضروری ہے۔ کوئی بھی شہ پارہ محض خیال کی ندرت یا پاکیزگی سے کامل صورت اختیار نہیں کر سکتا۔ اسی طرح محض فنی عناصر کا مؤثر استعمال بھی فن پارے کی بقا کا ضامن نہیں۔ شہ پارہ فکر و فن کے کامل اشتراک سے وجود میں آتا ہے"۔(۳)

رسالے میں اس وقت تک جو مضامین، مقالات (نعتیہ ادب میں تنقید کی اہمیت، قرآن پاک میں شعرا کی راست سمتی کے لیے رہنمائی، نعت گوئی (تحقیقی و تجزیاتی جائزہ) اور خطوط شائع ہوئے ہیں، ان سے بھی یہ بات مترشح ہے کہ رسالہ نعت گوئی اور نعت خوانی میں فکر و فن کے استعمال میں احترام، سنجیدگی، احتیاط اور حدِ ادب کا قائل ہے۔ مدیرِ اعلیٰ کی تنقیدی بصیرت، مہارت، جمالیاتی ذوق، سنجیدگی، نعت سے محبت اور اخلاص کی بدولت رسالے کا شمار ملک کے ان چند معروف رسائل میں

ہونے لگا ہے جو نعتیہ ادب کی ترویج و ترقی کا سامان کرتے رہتے ہیں۔''بہت عرصے بعد اس نوعیت کا خوب صورت اور روح پرور شمارہ دستیاب ہوا''۔(۴)

تیسری اشاعت جو جنوری ۲۰۱۴ میں سامنے آئی، اس لحاظ سے اہم ہے کہ معروف نعت گو نذر صابری صاحب سے متعلق گوشہ شامل ہے۔چوتھے شمارے (اپریل تا جون ۲۰۱۴ء) میں شوکت محمود شوکت کے لیے خصوصی اشاعت کا اہتمام کیا گیا ہے؛ پانچویں شمارے میں محفلِ نعت اسلام آباد کے لیے صفحات مختص ہیں۔چھٹا شمارہ ''قصیدہ بردہ شریف نمبر'' ہے(۲۸۸) صفحات پر مشتمل اس شمارے کا غالب حصہ قصیدہ بردہ کے متعلق منظومات اور شرح کے لیے مخصوص ہے۔قصیدے کے منظوم ترجے کی سعادت سجاد حسین ساجد اور منظوم پنجابی ترجے کی برکات ڈاکٹر حامد احمد کے حصے میں آئیں۔سید مہر حسین بخاری نے قصیدے کی مبسوط شرح لکھی۔

فروغِ نعت کا ہر شمارہ پہلے سے بہتر نظر آتا ہے۔فروغِ نعت میں نعت، طرحی نعت، تنقید اور شرح کے جو رنگ نظر آتے ہیں اس سے محسوس ہوتا ہے کہ مدیر اعلیٰ اس مجلّے میں نعت کے متعلق تمام ذائقے یک جا کرنے کے لیے ہمہ وقت کوشاں رہتے ہیں اور نت نئے موضوعات کی تلاش اور جستجو انھیں نچلا نہیں بیٹھنے دیتی۔قصیدہ بردہ شریف کی اشاعت بھی ان کی جستجو کا ثمر ہے۔مہر حسین بخاری ایک عرصے سے شرح لکھ رہے تھے اس کی تکمیل کی خبر ہوتے ہی مدیر اعلیٰ کی جودت اس کو کتابی صورت یا کہیں اور شائع ہونے سے پہلے ہی فروغِ نعت کے لیے منتخب کر چکی تھی۔مجلّے میں حرفِ تمنا کے نام سے اداریہ مستقل لکھا جا رہا ہے۔ڈاکٹر عزیز احسن اور ڈاکٹر شہزاد احمد اس کے مستقل مقالہ نگار ہیں۔خواتین شاعرات کے لیے الگ باب قائم کیا جاتا ہے۔

اس وقت اچھی نعت لکھنے، پڑھنے والوں کے لیے یہ رسالہ بہت کشش رکھتا ہے۔ یہ رسالہ اشاعت کی چھے منزلیں طے کر چکا ہے؛ اور ہنوز تازہ دم ہے۔ ''سہ ماہی فروغِ نعت دیدہ زیب ہے۔ نعتیہ ادب میں ایک گراں قدر اضافہ ہے۔۔۔اس میں مدیر کی شعوری کوشش اور بالغ نظری کا بہت دخل ہے۔ سہ ماہی فروغِ نعت اسمِ با مسمّٰی ہے۔۔۔شعبۂ نعت کے زرو جواہر کو اپنے حصار میں لے رہا ہے۔۔۔اس میں شامل بلند پایہ اور معیاری و تحقیقی مضامین عوام وخواص کے لیے مفید اضافہ ہیں۔۔۔اتنی توجہ اور اس قدر اہتمام سے بہت کم نعتیہ رسالے شائع ہوتے ہیں''۔(۵)

(۵)ڈاکٹر شہزاد احمد، اردو نعت پاکستان میں، حمد نعت ریسرچ فاؤنڈیشن کراچی، ۲۰۱۴ء، ص ۵۸۸

حوالے:

(۱)سید شاکر القادری، مجلّہ فروغِ نعت، القلم ادارہ مطبوعاتِ اٹک، شمارہ جولائی تا ستمبر ۲۰۱۳، ص ۷

(۲)محمد الطاف احمد آرزو، فروغِ نعت، القلم ادارہ مطبوعات اٹک، شمارہ جنوری تا مارچ ۲۰۱۴، ص ۱۶۰

(۳)ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد، فروغ نعت، القلم ادارہ مطبوعات اٹک، شمارہ اکتوبر تا دسمبر ۲۰۱۳، ص ۱۸۸

(۴)جاوید رسول جوہر (تبصرہ)، عالمی رنگِ ادب، کراچی، بزمِ رنگِ ادب کراچی، کتابی سلسلہ ۳۵، یکم جون تا دسمبر ۲۰۱۴ء، ص ۳۰۵

☆☆☆

گوشۂ

حضرت خواجہ غلام زین الدینؒ ترگوی

۱۳۳۰ھ تا ۱۳۹۸ھ

مطابق

(۱۹۱۲ء تا ۱۹۷۸ء)

کوائفِ حیات

اسمِ گرامی	:	حضرت خواجہ غلام زین الدینؒ مکھڈوی ثم ترگوی
ولادت باسعادت	:	۱۵ شعبان المعظم ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء
مقامِ پیدائش	:	مکھڈ شریف (اٹک)
والدِ مکرم	:	حضرت مولانا غلام محی الدین احمد مکھڈی (سجادہ نشین حضرت مولانا محمد علیؒ مکھڈیؒ)
جد امجد	:	حضرت مولانا میاں محمد مکھڈیؒ
نانا	:	حضرت خواجہ زین الدین مکھڈی معروف بہ زینت
	:	الاولیا (سجادہ نشین حضرت مولانا محمد علیؒ مکھڈی)
اساتذہ کرام	:	حضرت خواجہ غلام محی الدین احمدؒ، حضرت مولانا نواب علیؒ مکھیاں شیخ الحدیث حضرت مولانا قطب الدینؒ غور غشتی، حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ
مرشدِ کریم	:	حضرت خواجہ غلام محی الدین احمدؒ (والدِ مکرم)
برادرانِ مکرم	:	حضرت مولانا محمد احمد الدینؒ مکھڈوی، حضرت مولانا محمد الدینؒ مکھڈوی
والدِ مکرم کا وصال	:	آٹھ سال کی عمر میں (۸، ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ مطابق ۱۹۲۰ء)
والدہ محترمہ کا وصال	:	محرم الحرام ۱۹۵۸ء۔ ترگ شریف (میانوالی)
تکمیل علوم پر دستار بندی	:	حضرت خواجہ نظام الدین خاں تونسویؒ
خلافت	:	حضرت خواجہ نظام الدین خاں تونسویؒ
ترگ شریف میں تشریف آوری	:	۱۹۳۳ء

شادی مبارک	:	آپؒ نے دوشادیاں کیں۔ پہلی شادی پیڑہ فتحیال (تلہ گنگ) سے کی۔ دوسری شادی فیض محمد خان۔ عیسٰی خیل (میانوالی) کی صاحبزادی سے کی۔
اولادِ اطہار	:	پہلی شادی سے دو صاحبزادے اور صاحبزادیاں دوسری شادی سے دو صاحبزادے اور صاحبزادیاں
صاحبزادگان	:	حضرت خواجہ غلام معین الدین مدظلہ العالی، حضرت خواجہ علاء الدین مدظلہ العالی، حضرت خواجہ غلام نصیر الدینؒ، حضرت خواجہ قطب الدینؒ
اولیائے چشت کے آستانوں پر حاضری	:	مکھڈ شریف، تونسہ شریف، چشتیاں شریف، پاک پتن شریف، اجمیر شریف اور دہلی میں اولیائے چشت کے مزارات پر حاضری دیتے۔
تصنیفات	:	۱۔ نجم الہدیٰ فی مسئلہ حیاتِ مصطفیٰ ۲۔ بدرالدجیٰ ۳۔ نورالہدیٰ فی آدابِ مصطفیٰ ۴۔ شمس الضحیٰ ۵۔ سعادتِ دارین ۶۔ فضیلتِ ذکر ۷۔ المجاہدین فی سبیل اللہ ۸۔ توحیدِ خالص ۹۔ چہل حدیث
مدارس کا قیام	:	زینت الاسلام، ترگ شریف (میانوالی) جامعہ محمدیہ نوریہ، عیسٰی خیل (میانوالی) مدرسہ زینت الاسلام، شیخ آباد والا (میانوالی) مدرسہ زینت الاسلام، کمر مشانی (میانوالی) مدرسہ زینت الاسلام، بکڑوال (میانوالی)

مدرسہ کندھ کوٹ (جیکب آباد، سندھ)

مدرسہ جامع محمدیہ حنفیہ فریدیہ چشتیہ سلیمانیہ، مہاجر کیمپ، کراچی

جامعہ مسجد و مدرسہ انوارِ مدینہ (گلشن اقبال، کراچی)

فیضِ محمدی، جامعہ مسجد و مدرسہ تجلی نور، نئی آبادی، سعید آباد، کراچی

تنظیم سازی	:	جماعت فدایانِ مصطفیٰ ﷺ کا قیام ''انصار المسلمین'' بعدازاں ''فوجِ محمدی'' کے نام سے عسکری تنظیم کا قیام
خاندان بگویہ سے تعلق	:	۱۹۳۰ء سے دین مصطفیٰ ﷺ کے فروغ کے مختلف تنظیموں میں رکن سے حیثیت سے شامل تھے۔
مفتیِ اعظم	:	فروری، ۱۹۳۹ء میں فوجِ محمدی کے مفتیِ اعظم بنائے گئے
بھیرہ شریف کا پیدل سفر	:	فروری، ۱۹۳۹ء ترگ شریف سے جماعت کی قیادت کرتے ہوئے پیدل بھیرہ شریف کا سفر فرمایا
ناظمِ احتساب	:	۱۷، اپریل ۱۹۳۹ء فوجِ محمدی کے ناظمِ احتساب منتخب ہوئے
فوجِ محمدی کے قائدِ اعظم	:	۸،۹ جولائی ۱۹۴۰ء کو فوجِ محمدی کے قائدِ اعظم منتخب ہوئے
لکھنؤ کا سفر	:	۱۸ جون ۱۹۴۱ء تحریکِ مدحِ صحابہ کی قیادت کرتے ہوئے لکھنؤ کا سفر فرمایا
امرتسر میں گرفتاری	:	۲۶ رضا کاروں کے ساتھ گرفتار ہوئے
قید سے رہائی	:	۱۸ جولائی ۱۹۴۱ء کو میانوالی جیل سے رہائی ملی۔
سہ روزہ اجتماع	:	۱۱، جون ۱۹۴۲ء کو میانوالی میں سہ روزہ تبلیغی اجتماع میں شمولیت فرمائی۔ اس اجتماع میں فوجِ محمدی کا جمعیت العلمائے ہند سے الحاق ہوا۔

اہلیہ محترمہ کا وصال	:	۱۹۷۵ء
وصال مبارک	:	جمعرات ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۹۸ھ مطابق ۲۲ نومبر ۱۹۷۸ء
مقام وصال	:	کراچی
نمازِ جنازہ کی امامت	:	مولانا محمد شفیع اوکاڑوی۔ کراچی
مقام	:	مدرسہ زینت الاسلام، جامع مسجد تجلی نور، کراچی
دوسری بار نمازِ جنازہ	:	مولانا فخر الدین گاگوی۔ میانوالی
مقام	:	آستانہ عالیہ لبہ شریف (ترگ، میانوالی)
تدفین	:	۲۳، ذی الحجہ ۱۳۹۸ھ مطابق ۲۴، نومبر ۱۹۷۸ء
مدفن مبارک	:	جامع مسجد کی جنوبی سمت مرجع خلائق ہے
سالانہ عرس مبارک	:	۲۰، ۲۱، ۲۲ ذی الحجہ
سجادہ نشین	:	حضرت خواجہ غلام معین الدین چشتی نظامی المعروف چن ماہی مدظلہ العالی

اس کوائف نامہ کے لیے مواد ''حیاتِ مرشد'' مؤلفہ حاجی غلام قاسم شاہ اور ''تذکارِ بگویہ'' جلد اول، دوم، سوم، مرتبہ: ڈاکٹر انوار احمد بگوی سے لیا گیا ہے۔ [مدیر]

☆☆☆☆☆

حضرت مولانا پیر غلام زین الدین مکھڈی ثم ترگوی اور بھوئی گاڑ

راجہ نور محمد نظامی ☆

خانقاہ چشتیہ نظامیہ سلیمانیہ حضرت مولوی صاحب مکھڈ شریف کے بانی حضرت مولانا محمد علی قریشی بٹالوی ثم مکھڈی اور مشاہیرِ عالم خانوادہ علمائے کرام بھوئی گاڑ تحصیل حسن ابدال ضلع اٹک کے جدِّ اعلیٰ حضرت مولانا حافظ شیخ احمد قریشی (متوفی ۱۲۶۴ھ/ ۱۸۴۸ء) حضرت مولانا میاں مصطفےٰ جی پشاوری کے مدرسہ اندرون لاہوری دروازہ پشاور شہر میں آج سے تقریباً ڈھائی سو سال قبل ہم مکتب وہم درس تھے لیکن تعلق بھائیوں سے بڑھ کر تھا اور الحمد اللہ یہی تعلق دونوں حضرات کی علمی وروحانی اولاد میں بھی آج تک قائم ہے اور کئی پشتیں گزرنے کے باوجود اس میں کوئی فرق نہیں آیا۔ باہمی آمد ورفت غمی خوشی کے ساتھ ساتھ علمی وروحانی تعلق بھی تھا۔

حضرت مولوی صاحب مکھڈی نے جب علوم وفنون سے فراغت کے بعد مکھڈ شریف میں مولانا محکم الدین مکھڈی کے جانشین کی حیثیت سے علمی تدریس کا آغاز کیا، تو بھوئی گاڑ اور گردونواح کے چند دیگر علمائے کرام کے ہمراہ حضرت مولانا حافظ شیخ احمد قریشی کے فرزندان فاضل اجل حضرت مولانا مفتی محمد شفیع قریشی اور مجاہد اسلام حضرت مولانا قاضی امیر حمزہ قریشی نے بھی آپ کے قدموں میں بیٹھ کر زانوئے تلمذ تہہ کیا، اور پھر جب حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی المعروف حضرت پیر پٹھان صاحب تونسوی نے حضرت مولوی صاحب مکھڈی کو خلافت واجازتِ سلسلہ چشتیہ نظامیہ سلیمانیہ سے مشرف کیا (جبکہ اس سے قبل حضرت مولوی صاحب مکھڈی کا خاندانی تعلق سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ سے تھا) تو علمائے کرام بھوئی گاڑ وخواص وعوام کے ہمراہ میرے سردادا راجہ محمد حفیظ خان بھٹی راجپوت (متوفی ۱۲۷۹ھ/۱۸۶۳ء) بھی حضرت مولوی

☆ جناب نور محمد نظامی، بھوئی گاڑ، ٹیکسلا (تاریخ اور تذکرہ نویسی میں اہم مقام رکھتے ہیں)

صاحب مکھڈی کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہو کر بیعت سے مستفیذ ہوئے۔ مکھڈ شریف کے تقریباً تمام حضرات بھوئی گاڑ تشریف لاتے رہے ہیں۔ حضرت مولانا پیر غلام زین الدینؒ بھی اکثر بھوئی گاڑ میں تشریف لاتے رہے ہیں۔ (اس کی تفصیل اگلے صفحات پر ملاحظہ فرمایئے) آخری بار خاندانِ مشائخ عظام چشت مکھڈ شریف و ترگ شریف کے صاحبزادگان ڈاکٹر محمد ساجد نظامی اسسٹنٹ پروفیسر، الخیر یونیورسٹی، اسلام آباد کیمپس (حال اسسٹنٹ پروفیسر، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد) اور حضرت صاحبزادہ محمد عثمان علی بن حضرت صاحبزادہ علاء الدین صاحب مولانا حافظ خالد محمود صاحب ترگ شریف کے ہمراہ ۱۲، جمادی الثانی ۱۴۳۲ھ مطابق ۴، مئی ۲۰۱۲ء کو بھوئی گاڑ تشریف لائے اور رات کو بھی یہاں قیام کیا۔ میرے کتب خانہ کے رجسٹر تاثرات پر دونوں صاحبزادگان کے تاثرات موجود ہیں۔ مضمون کی طوالت کی وجہ سے یہاں صرف ڈاکٹر محمد ساجد نظامی کے تاثرات تحریر کرتا ہوں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بھوئی گاڑ ایک قدیمی قصبہ ہے۔ اٹک کی انتہاؤں میں واقع یہ قصبہ علم کے طالب علموں کے لیے بڑی کشش رکھتا ہے۔ مکھڈ شریف کے علمی مرکز و خانقاہ حضرت مولانا محمد علیؒ کے وابستگان کا تعلق بھی اس خطے کے ساتھ علم ہی کی وجہ سے قائم ہوا۔ مکھڈ شریف سے کئی حضرات بلکہ سبھی بھوئی گاڑ آتے رہے۔ یہ علمی مرکز آج بھی اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ قائم و دائم ہے۔

محترم جناب نور محمد نظامی صاحب مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انھوں نے علم کے ساتھ اپنی وابستگی کو یوں قائم رکھا ہے کہ اپنے دولت کدہ میں ایک بڑا کمرہ صرف کتابوں کی نذر کیا ہے۔ اس میں کئی اہم خطی نسخے، تواریخ اور اہم ترین تذکرے موجود ہیں۔ مجھے دوسری بار اس عظیم ذخیرہ کی زیارت کرنے کا شرف حاصل ہو رہا ہے۔ پہلی بار ستمبر ۲۰۰۷ء میں جناب عشرت حیات صاحب (پروفیسر آف ہسٹری، گورنمنٹ کالج جنڈ اور سید کامران شاہ صاحب بخاری اسسٹنٹ ڈائریکٹر

پاکستان آرکائیوز، اسلام آباد) کی ہمراہی میں حاضری ہوئی تھی۔ اب کی بار جناب محمد عثمان علی صاحب اور جناب خالد محمود صاحب کی معیت میں حاضر ہوا ہوں۔ جناب محمد عثمان علی صاحب "کٹاس کے مندروں کی تاریخی و مذہبی حیثیت" پر کام کر رہے ہیں اور میرا موضوع "پاکستانی اسفار پر مبنی اُردو سفر نامے: تحقیق وتنقیدی جائزہ" ہے۔ ان دونوں موضوعات پر جناب نظامی صاحب کی لائبریری میں خاطر خواہ مواد موجود ہے۔ اور اس تک رسائی جناب نظامی صاحب کی محبت وشفقت بھری شخصیت نے ہمارے لیے مزید آسان بنادی ہے۔

اللہ رب العزت ان کے علم اور عمل میں مزید جولانیاں عطاء کرے۔ آمین

محمد ساجد نظامی

۱۲ جمادی الثانی ۱۴۳۲ھ

مطابق ۴ مئی ۲۰۱۲ء

حضرت مولانا پیر غلام زین الدین صاحب مکھڈی ثم ترگوی کے وصال کے بعد آپ کے نبیرہ جناب صاحبزادہ میجر ڈاکٹر جمال الدین صاحب بن حضرت الحاج صاحبزادہ حافظ غلام معین الدین صاحب دورانِ تعلیم آرمی میڈیکل کالج راولپنڈی اپنے جدِ امجد کے سوانح حیات کے لیے مواد کے سلسلے میں اکثر میرے ہاں معلومات کے لیے آتے رہتے تھے۔ اور آمدورفت بھی رکھتے تھے باہمی خط وکتابت بھی تھی۔ ۱۵ جولائی ۱۹۸۳ء کے ایک خط میں جو راقم الحروف کے نام ہے لکھتے ہیں۔

۱۲۳ فیلڈ ایمبولینس

۱۵/جولائی ۱۹۸۳ء

بخدمت جناب برادرم نور محمد نظامی صاحب سلمہ الرحمن

السلام علیکم۔ احوال آنکہ۔ اُمید ہے آپ بخیریت ہوں گے اور بخیر وعافیت اپنی مصروفیات

میں مصروف ہوں گے۔

کافی عرصہ سے آپ کو خط لکھنے کا ارادہ تھا لیکن چونکہ میرا ایبٹ آباد سے تبادلہ ہو گیا ہے اس لیے خط لکھنے میں دیر ہو گئی، اور میں ابھی سکردو سے اسّی یا نوے میل دور 123 فیلڈ ایمبولینس میں ہوں۔ لہٰذا مجھے ابھی 123 فیلڈ ایمبولینس کے پتہ پر خط لکھیں۔

اُمید ہے جناب مجھے پہچان گئے ہوں گے۔ میرا نام محمد جمال الدین ہے۔ اور میں ابھی اسی اپریل کے مہینے میں بھی بھوئی گاڑ آپ کے پاس جمعۃ المبارک کے دِن آیا تھا اور دوپہر کا کھانا بھی آپ کے پاس کھایا تھا، اور اس سے پہلے بھی بھوئی گاڑ ایک دفعہ آیا تھا جب کہ میں راولپنڈی میں زیرِ تعلیم تھا۔

باقی عرض خدمت ہے کہ جیسا جناب کو معلوم ہے کہ میں آپ کے پاس قبلہ حضرت خواجہ زین الدین صاحب ترگ شریف کے حالات زندگی حاصل کرنے کے لیے آیا تھا اور اس سلسلہ میں جناب مولانا حکیم احمد حسن صاحب سے بھی ملاقات ہوئی تھی اور آپ سے بھی ملاقات ہوئی تھی۔ چونکہ قبلہ حضرت خواجہ زین الدین صاحب دو تین دفعہ بھوئی گاڑ میں بھی آئے تھے۔ ایک دفعہ غالباً بھوئی گاڑ میں ایک مسجد کے افتتاح کے موقع پر تشریف لائے تھے اور رات کو تقریر بھی فرمائی تھی۔ اور ایک دفعہ حضرت مولانا احمد الدین صاحب اور حضرت مولانا محمد الدین صاحب مکھڈی کے ہمراہ بھوئی گاڑ آئے تھے، اور اُس وقت مولانا مفتی عبدالحی صاحب اور رات کو بھوئی گاڑ مسجد میں تقاریر ہوئی تھیں۔ اور ایک دفعہ جبکہ حضرت زین الدین صاحب بھوئی گاڑ میں ایک مناظرہ میں بھی آئے تھے اور غالباً سیّد زادی کا غیر سید کے ساتھ نکاح کا مسئلہ بھی تھا جس کے حل کے لیے بھوئی گاڑ، کوٹ نجیب اللہ کے کافی علما مکھڈ شریف بھی گئے تھے۔ اور حضرت مولانا احمد الدین صاحب مکھڈوی کے پاس بھی گئے تھے۔ یہ واقعہ بھی براہِ کرم تحریر فرمائیں۔

اس کے علاوہ آپ کو مفتی عبدالحی صاحب کے بڑے صاحبزادے حکیم احمد حسن قریشی

صاحب اور بھوئی گاڑ کے دیگر لوگوں سے قبلہ زین الدین صاحب کے جو حالات معلوم ہوں۔ اُن سے بھی براہِ کرم ضرور آگاہ فرمائیں۔ تھوڑا تھوڑا وقت نکال کر حالات تحریر کرتے رہیں۔ جب مکمل فرمالیں اور مکمل طور پر تحریر فرمالیں تو پھر درج ذیل پتہ پر بندہ کی طرف بھیج دیں۔ جناب کی بہت مہربانی ہو۔ اگر حالات مکمل کرنے میں پندراں بیس دِن لگ جائیں تو کوئی بات نہیں اس سلسلہ میں جناب کا تعاون بہت ضروری ہے۔ میں چونکہ ابھی کافی دور ہوں۔ اور ابھی مجھے چھٹیاں بھی نہیں ملتیں، ورنہ میں خود آپ کے پاس آکر حالات مکمل کرتا۔ اُمید ہے جناب اس سلسلہ میں ضرور تعاون فرمائیں گے۔ اور بھوئی گاڑ کے علاقے سے قبلہ حضرت زین الدین صاحب کے جو حالات معلوم ہوں گے انھیں ضرور تحریر کر کے آگاہ فرمائیں گے۔ آپ کے اس تعاون کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

جب آپ حالات مکمل طور پر تلاش اور مکمل کر لیں تو بندہ کی طرف درج ذیل پتہ پر بھیج دیں۔ اگر مولانا حسن الدین صاحب قریشی ہاشمی مولانا فرید الدین صاحب کے لڑکے پاکستان واپس آگئے ہیں تو اُن کا پتہ ضرور تحریر فرمائیں۔ جس پر اُن کو خط مل سکے بہت مہربانی ہوگی۔ آپ کے جواب کا منتظر رہوں گا۔ براہِ کرم حالات ضرور تحریر فرمائیں۔ شکریہ

اس پتہ پر خط تحریر فرمائیں۔ صرف نام اور پتہ کافی ہے۔ پتہ یہ ہے۔

کیپٹن محمد جمال الدین

123 فیلڈ ایمبولینس۔

کیئر آف۔ سی۔ اے۔ پی۔ او۔ کیو

تمام احباب کو سلام۔

والسلام

آپ کا محمد جمال الدین 123 فیلڈ ایمبولینس

حضرت مولانا مفتی حکیم احمد حسن قریشی (متوفی 1992ء کے بقول دادا صاحب مرحوم حضرت مولانا مفتی غلام ربانی قریشی اپنی تمام زندگی بلکہ وفات 1929ء تک سال میں چار ماہ متواتر مکھڈ شریف میں تدریس فرماتے تھے۔اس دوران حضرت مولانا پیر غلام محی الدین مکھڈی کے تمام صاحبزادگان نے آپ سے درسی کتب کی تعلیم حاصل کی جس میں حضرت مولانا پیر زین الدین صاحب بھی شامل تھے۔اس دوران دادا جی نے بابا خیر محمد پراچہ ناظم مدرسہ زیارت حضرت مولوی صاحب مکھڈ شریف اور غلام ربانی پراچہ سے کچھ رقم اپنے اخراجات کے لیے لی تھی۔اُس قرضہ کی ادائیگی کے لیے والدِ محترم حضرت استاد جی صاحب (حضرت شیخ الاالسلام مفتی عبدالحی صاحب) نے چالیس روپے ماہوار پر شوال ۱۳۵۳ھ سے تدریس شروع کی مگر دس ماہ کی تدریس کے بعد واپس بھوئی گاڑ آگئے۔دورانِ تدریس دونوں بزرگوں کو ساڑھے تین سو روپے ادا کیے۔ جبکہ باقی رقم انھوں نے معاف کر دی تھی۔گاؤں واپس آکر آپ نے تدریس شروع کی اس دوران علامہ عنایت اللہ مشرقی بانی خاکسار وتحریک کا فتنہ شروع ہوا تو حضرت والد ماجد نے مولانا غلام غوث ہزاروی کی مشاورت سے اور مولانا حکیم محمد داؤد صاحب غول ٹیکسلا اور چند دیگر علاقے کے علمائے کرام کے تعاون سے ''انصار المسلمین'' کے نام سے ایک عسکری تنظیم قائم کی۔ ''انصارالمسلمین'' نے علامہ مشرقی کے نظریات کا رد کرنے اور خاکسار تحریک کے پھیلاؤ کو روکنے میں اہم کردار ادا کیا۔اگر چہ انصار المسلمین ٹیکسلا اور ہزارہ میں فعال کردار ادا کر رہی تھی مگر یہ تنظیم اپنے ایک مخصوص علاقے تک محدود تھی، تنظیم کے رہنماؤں نے اس کی تنگ دامنی کا احساس کرتے ہوئے اس کامیاب تجربے کو وسعت دینے کا فیصلہ کیا تا کہ مزید علاقے بھی اس کے ثمرات سے مستفید ہوسکیں اور نوجوان علامہ مشرقی کے عقائد سے محفوظ ہوسکیں۔بدقسمتی سے میانوالی کے چند نوجوان علامہ مشرقی کی تحریک میں شامل ہو گئے اور خاکساری فتنہ کی آگ بھڑکنے لگی۔ان نازک حالات کے پیش نظر میانوالی کے زعمائے ملت نے جن میں حضرت مولانا پیر زین الدین صاحب شامل تھے۔حضرت مولانا گل شیر شہید ساکن ملہووالی تحصیل پنڈی گھیب کی تحریک پر میانوالی شہر

میں صوفی شیر محمد زرگر کے مکان واقع محلہ زرگراں کے مکان پر ایک اجلاس بلایا گیا۔ جس میں حضرت مولانا مفتی عبدالحی قریشی بھوئی گاڑ، حضرت مولانا پیر غلام زین الدین صاحب ترگ شریف مولانا صاحبزادہ فخر زمان، کوٹ چاندنہ، مولانا ظہور احمد بگوی، بھیرہ وغیرہ حضرات نے خصوصی طور پر شرکت کی۔ اس اجلاس میں ''انصار المسلمین'' کو ختم کر کے ''فوج محمدی'' کے نام سے نئی تنظیم قائم کی گئی۔ اس اجلاس میں ''فوجِ محمدی'' کے عہدیداران و اراکینِ مرکزیہ مندرجہ ذیل حضرات مقرر ہوئے۔

سرپرست	:	مولانا گل شیر خان ملہوالی
صدر	:	محمد خان آف موچھ
سالار	:	مولانا صاحبزادہ فخر زمان، کوٹ چاندنہ

اراکینِ مرکزیہ میں مولانا پیر غلام زین الدین ترگ شریف، مولانا مفتی عبدالحی قریشی بھوئی گاڑ، مولانا ظہور احمد بگوی بھیرہ۔ مولانا علم الدین فاضل دیوبند، اٹک شہر۔ صوفی شیر محمد زرگر، میانوالی، عبدالرحیم مسکین، موسیٰ خیل۔ ''فوجِ محمدی'' کے تین مراکز ٹیکسلا، کوٹ چاندنہ اور بھیرہ مقرر کیے گئے۔ خاکساروں کی تردید میں ''فوجِ محمدی'' کے علمائے کرام مقامی زعما کے ہمراہ ایک ٹیم بن کر گاؤں گاؤں پھرتی اور مسلمانوں کو علامہ مشرقی کے عقائد و نظریات سے آگاہ کرتے تھے۔

حضرت مولانا پیر غلام زین الدین صاحب ''انصار المسلمین'' کے ناظمِ احتساب اور مفتی اعظم اور قائد اعظم بھی رہے اور بڑی خدمات سرانجام دیں۔ دور دراز کے دورہ کیے۔ لوگوں کو فتنہ خاکسار سے آگاہی دی۔

۱۱ جون ۱۹۴۲ء کو میانوالی میں سہ روزہ فوجِ محمدی کا تبلیغی اجتماع ہوا جس میں برصغیر پاک و ہند کے مشاہیر علمائے کرام اور مشائخ عظام نے شرکت کی، جس میں حضرت مولانا پیر غلام زین الدین صاحب بھی شامل تھے۔ اجلاس کے اختتام پر ''فوجِ محمدی'' کے الحاق کا جمعیت العلماء

ہند سے اعلان کیا گیا۔

۱۹۴۶ء کے الیکشن میں آپ نے جمعیت العلماء ہند کے امیدواروں کی حمائیت کی اور ایک پمفلٹ بھی شائع کروایا جو راقم الحروف راجہ نور محمد نظامی کے کتب خانہ میں آج بھی محفوظ ہے۔مجلس مرکزیہ حزب الانصار جس کا صدر دفتر بھیرہ ضلع سرگودھا میں ہے، اس کے امیر مولانا ظہور احمد بگوی تھے آپ اس کے مرکزی اراکین میں سے تھے۔ اُس کے اجلاسوں میں شرکت فرماتے تھے۔ضمیمہ شمس الاسلام بھیرہ یکم اپریل ۱۹۴۱ء میں لکھا ہوا ہے۔''مجلس مرکزیہ حزب الانصار بھیرہ کا گیارھواں عظیم الشان اجتماع'' صفحہ ۷ پر اس اجتماع میں شریک علمائے کرام میں دیگر حضرات کے ساتھ ساتھ مولانا عبدالحی صاحب بھوئی ضلع کیمبل پور اور حضرت مولانا محمد زین الدین صاحب سجادہ نشین ترگ ضلع میانوالی کے اسما گرامی لکھے ہوتے۔

صفحہ ۶ پر لکھا ہے نمازِ جمعہ حضرت مولانا زین الدین صاحب سجادہ نشین ترگ قائداعظم فوجِ محمدی نے پڑھائی۔نماز سے فارغ ہو کر تلاوت و نعت خوانی کے بعد علمائے کرام کی تقاریر ہوئیں۔

اسیرِ تحریکِ مدحِ صحابہ رضی اللہ عنہم

حاجی غلام قاسم شاہ صاحب ترگ شریف ''حیاتِ مرشد'' میں لکھتے ہیں۔آپ نے اپنے دور میں چلنے والی متعدد اسلامی تحریکات میں اپنے مریدین کے ساتھ نہایت جوش وخروش اور ایمانی جذبہ سے حصہ لیا۔اور علمائے کلمۃ الحق کے لئے باطل قوتوں کے سامنے سینہ سپر ہوگئے۔آپ نے ''تحریکِ مدح صحابہ ؓ'' لکھنو میں ایک نہایت جاندار اور متحرک کردار ادا کیا۔اور آپ اس تحریک کے ممتاز اور صفِ اول کے رہنماؤں میں شامل ہوتے ہیں۔

موجودہ پاکستان و ہندوستان میں شیعہ مذہب کے افکار و عقائد صدیوں سے ایران کے راستے سے ہی وارد ہوتے رہے ہیں، مگر پاکستان میں ان کو پذیرائی نہ ملی۔البتہ ہندوستان کے مشرقی

علاقوں لکھنو واُوڈھ شیعہ افکار کی نشر واشاعت کے برصغیر میں اہم مراکز تھے۔ ۱۹۳۹ء میں لکھنو کے شیعوں نے صحابہ کرامؓ کے خلاف باقاعدہ تحریک سب وشتم کا آغاز کیا تو قانون رائجہ کے برخلاف انگریز حکومتِ وقت کی سرپرستی بھی اُن کو حاصل تھی۔ جبکہ ۱۹۴۱ء میں لکھنو کے ایک شیعہ جلوس کو تبرا پڑھنے کی حکومت نے اجازت دے دی جس پر لکھنو کے علاوہ تمام برصغیر پاک وہند کے مسلمانوں میں اضطراب پیدا ہوا۔ اور مسلمانوں نے ''تحریکِ مدح صحابہ'' شروع کر دی جس میں مسلمانانِ برصغیر پاک وہند کے تمام رہنماؤں نے عملی طور پر حصہ لیا۔ چنانچہ ''فوجِ محمدی'' کے رہنماؤں نے بھی جس میں حضرت خواجہ پیر زین الدین صاحب شامل تھے مختلف علاقوں کے دورہ اور جلسہ کر کے عوامی رائے عامہ کو بیدار کیا۔ اور پنجاب کے سنی مسلمانوں کے قافلے لکھنو کے سنی مسلمانوں سے ہمدردی کے لیے لکھنو بھیجنے کا فیصلہ کیا۔ فوج محمدی کے قائد حضرت مولانا ظہور احمد بگوی بھیرہ ضلع خوشاب نے سب سے پہلا قافلہ حضرت خواجہ پیر زین الدین صاحب کی قیادت میں روانہ کیا۔ ماہنامہ شمس الاسلام بھیرہ جولائی ۱۹۴۱ء میں پروفیسر حکیم تاج الدین احمد تاج لکھتے ہیں۔ پہلا قافلہ حضرت صاحبزادہ محمد زین الدین صاحب سجادہ نشین ترگ ضلع میانوالی کی قیادت میں مرتب ہوا۔ اس میں اٹک میانوالی اور راولپنڈی ضلع کے کل ۴۸ رضا کار شامل تھے یہ لوگ ۱۸ جون ۱۹۴۱ء کی رات کو دفتر ''فوج محمدی'' بالمقابل مزار حضرت شاہ محمد غوث گیلانی سرکلر روڈ، لاہور سے قائد فوج محمدی حضرت مولانا ظہور احمد بگوی نے روانہ کیا۔ اس قافلے کے سربراہ حضرت خواجہ پیر زین الدین صاحب تھے۔ لکھنو تو ابھی دور تھا۔ انگریز استعمار نے ان قافلے والوں کو لاہور سے چلنے کے بعد امرتسر ریلوے اسٹیشن پر تعزیرات ہند کے دفعہ ۱۲۹ کے تحت گرفتار کر کے سنٹرل جیل میانوالی بھیج دیا۔ ایک ماہ سنٹرل جیل میانوالی میں اسیری کے بعد قائد فوج محمدی حضرت مولانا خواجہ پیر زین الدین صاحب ودوسرے اسیران کو ۱۸ جولائی ۱۹۴۱ء کو رہا کر دیا۔

ماہنامہ شمس الاسلام بھیرہ اگست ۱۹۴۱ء میں حضرت مولانا ظہور احمد بگوی امیر فوج محمدی لکھتے ہیں۔ فوج محمدی کے قائدین نے اضلاع میانوالی، کیمبل پور (اٹک) راولپنڈی وغیرہ کے

طوفانی دورے کیے۔ اس سلسلے میں خصوصیت کے ساتھ حضرت صاحبزادہ محمد زین الدین صاحب قائد اعظم فوج محمدی کی ان تھک مساعی جمیلہ بے حد قابل ستائش ہے۔

ماہنامہ ''الداعی'' لکھنو ذی قعدہ ۱۳۵۹ھ میں لکھا ہے۔ لکھنو کے علاوہ باہر سے بھی تحریک (مدحِ صحابہ) کی امداد کرنے والوں کو حکومت نہایت شدت کے ساتھ کچل رہی تھی۔ بعض مقامات پر تحریک کی مدد کرنے والوں کو دفعہ ۱۲۹ کے تحت وہیں گرفتار کرلیا جاتا تھا۔ چنانچہ پنجاب سے تحریک مدح صحابہ میں شرکت کے لیے آنے والوں کو شدومد کے ساتھ روکا جارہا تھا مگر پورا پنجاب ایک سیلاب کی طرح بہہ کر لکھنو آنے کو تیار تھا مگر چند ہی قافلے آئے تھے کہ حکومتِ پنجاب نے مولانا ظہور احمد بگوی ایڈیٹر ماہنامہ شمس الاسلام و قائد فوجِ محمد بھیرہ شاہ پور اور پیرزادہ مولانا زین الدین کو دفعہ ۱۲۹ کے تحت گرفتار کرلیا۔ ان حضرات کی گرفتاری سے تحریک کو اور بھی زیادہ تقویت پہنچی۔ اب خود پنجاب میں مستقل طور پر فوج محمدی کی طرف سے مدح صحابہ رضی اللہ عنہم ایجی ٹیشن شروع ہو گیا۔ مختلف شہروں سے قافلے لکھنو آنے کے لیے اسٹیشن تک آتے اور دفعہ ۱۲۹ کے تحت گرفتار کر لیے جاتے۔ اس طرح سینکڑوں مسلمان پنجاب میں اسیر مدح صحابہ رضی اللہ عنہم ہونے کے اعزاز سے مفتخر ہوئے۔

حضرت خواجہ پیر زین الدین صاحب اپنے طرف سے شائع کردہ ایک اشتہار میں لکھتے ہیں۔ ''واللہ باللہ نہ کسی کے کہنے اور نہ کسی کے کہلانے پر اور نہ کسی سیاسی جماعت میں شامل ہونے کی بنا پر اور نہ بحیثیت دیوبندی یا بریلوی ہونے کے اعتبار سے بلکہ اُس جزبہ عشقِ رسولِ عربی ﷺ کی بنا پر جس جزبہ عشق نے اس سے قبل تین چار سال قبل میرے سینے میں جوش لیا تھا اور تمام مسلمانان تحصیل عیسیٰ خیل و ضلع کیمبل پور کو حقیر کی ولولہ انگیز تقاریر نے سفر لکھنو پر مدح صحابہ آزاد کرانے کے لیے آمادہ کر دیا تھا۔ چنانچہ کل نفری جیش مدحِ صحابہ جو کہ پچاس نفوس پر مشتمل تھی اور زیر صدارت اس فقیر کے تھی۔ وہ جیش لکھنو کو مدح صحابہ کے لیے روانہ ہوا تو راستہ میں اُن مداحین کو مجھ سمیت محبتِ صحابہ پر گرفتار کرلیا گیا۔ اور ہم نے صحابہ کرام کی سچی محبت کا ثبوت دیا۔ اُن کے نام پر گرفتار

ہونے اور مر مٹنے میں وہ لذت تھی جو اُن کے بغیر سچے عاشق کے اور کوئی کیا جانے۔

تیری الفت میں کٹ مرنا عبادت اس کو کہتے ہیں
ترے کوچہ میں مر مٹنا، شہادت اس کو کہتے ہیں

آگے دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں۔ مدحِ صحابہ کرام جو کہ مسلمانوں کا مذہبی فریضہ نصِ قطعی سے ثابت ہے جس پر آیت وَالَّذِیْنَ جَاءُ وْ امِن م بَعْدِ هِمْ يَقُوْلُوْنَ. الخ. اور مُحَمَّد" الرَّسُوْلُ الله وَالَّذِيْنَ مَعَه' اَشِدَّ اءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ۔الخ، شاہد ہیں۔ کیونکہ خدا پاک نے آیتِ اولیٰ میں مسلمانوں کے صرف دو طبقے بنائے ہیں۔ مہاجر، انصار یہ مداحین صحابہ کرام۔ لہٰذا جو مداح صحابہ کا قائل نہ ہو وہ مسلمان ہی نہیں ہے۔ اور صحابہ کا بغض عین حضور کریم کا بغض ہے۔ ملاحظہ ہو فرمانِ حضور کریمؐ۔ ومن ابغضهم فبغضی ابغضهم ۔الحدیث۔ اور حضور کا بغض عین اللہ کا بغض ہے۔

حضرت مولانا پیر زین الدین صاحب اکثر بھوئی گاڑ تشریف لاتے رہتے تھے، زمانہ گزر گیا ہے پرانے حضرات اب اس دنیا میں نہیں رہے جن کے دورِ حیات میں آپ تشریف لاتے تھے اب تو آپ کے وصال کو بھی چار دہائیاں ہونے کو ہیں یعنی بھوئی گاڑ میں آنے جانے کو اب نصف صدی کا زمانہ گزر چکا ہے آپ کے وصال کی خبر سُن کر بھوئی گاڑ سے حضرت شیخ الاسلام مولانا مفتی عبدالحی قریشی صاحب (متوفی ۱۹۸۰ء اور جناب حاجی ملک محمد مسکین گوجر صاحب المعروف بابو جی صاحب تعزیت کے لیے ترگ تشریف لے گئے تھے۔ بابو جی صاحب کی قلمی ڈائری ۱۹۷۸ء میں لکھا ہوا ہے۔ بروز اتوار ۲۶ نومبر ۱۹۷۸ء/ ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۹۸ھ کو بندہ محمد مسکین بمعہ استاد جی حضرت مولانا عبدالحی صاحب بھوئی گاڑ سے حضرت خواجہ زین الدین صاحب مکھڈوی کی فاتحہ خوانی اور اُن کے صاحبزادوں سے تعزیت کے لیے روانہ ہوئے۔ حضرت خواجہ زین الدین صاحب کا ۲۲۔۲۳ نومبر کی درمیانی شب کو کراچی میں وصال ہوا تھا اور ترگ تشریف

ضلع میانوالی میں آپ کی تدفین ہوئی۔ راستے میں ہم نے رات کالاباغ میں گذاری، صبح پانچ بجے ہم وہاں سے روانہ ہوئے اور نو بجے ترگ شریف (عیسیٰ خیل) میں پہنچے۔ وہاں حضرت خواجہ صاحب کے صاحبزادگان کے ہاں دعا اور تعزیت کی اور حضرت خواجہ صاحب کے مزار پر فاتحہ خوانی اور تلاوت بھی کی۔ دن ترگ شریف میں گزارا۔ اور شام پانچ بجے وہاں سے اجازت لے کر واپسی ہوئی۔ داؤد خیل میں رات گزاری اور وہاں سے صبح چھ بجے سفرِ واپسی پر روانہ ہو کر شام چار بجے گھر پہنچ آئے۔

بزرگوں کی زبانی آپ کی بھوئی گاڑ آمد کے اب صرف تین چار واقعات یاد ہیں جو درج ذیل ہیں۔

علمائے بھوئی گاڑ شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی عبدالحی قریشی اور شیخ الحدیث مولانا محب النبی قریشی کے درمیان کوٹ نجیب اللہ کی ایک سیّد زادی کے نکاح کا مسئلہ پیش ہوا۔ علمائے کرام کے مابین یہ مسئلہ مناظرہ کی شکل اختیار کر گیا۔ حضرت مولانا عبدالحی قریشی نکاح کے حامی تھے جبکہ مولانا محب النبی قریشی نکاح کے مخالف تھے۔ مولانا عبدالحکیم فاضل دیو بند اور مولانا عبدالحمید صاحب ساکنانِ کوٹ نجیب اللہ مولانا عبدالحی قریشی کے طرف دار تھے جبکہ مولانا عبدالغفور ہزاروی اور مولانا قاضی عبدالسبحان کھلا بٹی مولانا محب النبی قریشی کے طرف دار تھے۔ فیصلہ نہ ہوا حضرت مولانا خواجہ زین الدین صاحب تصفیہ کے لیے بھوئی گاڑ تشریف لائے۔ پھر بھی مسئلہ حل نہ ہوا تو دونوں فریقین یہ مسئلہ مکھڈ شریف حضرت مولانا پیر احمد الدین صاحب کی خدمت میں لے کر گئے تھے حضرت پیر صاحب دونوں فریقین کے درمیان اس مسئلہ کو حل کروادیا بعد ازاں دونوں فریقین میں صلح بھی کروادی۔

مولانا حمید اللہ مدرس، مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ گیٹ لاہور کے بقول اُس زمانے میں اس مسئلہ نے علمائے کرام کے درمیان بڑی شدت اختیار کی ہوتی تھی ایک دِن دورانِ تدریس

مولانا محب النبی قریشی صاحب نے اس مسئلہ کو اس طرح سے بیان کیا کہ جو مولانا عبدالحی قریشی صاحب کے حق میں تھا میں نے اپنے استادِ محترم پر اعتراض کیا اور پھر درس سے جو خانقاہ گولڑہ شریف میں تھا وہاں سے نکل کر مولانا عبدالحی قریشی صاحب کی خدمت میں بھائی آ گیا اور وہاں سے ایک رقعہ لے کر دارالعلوم دیوبند چلا گیا۔

مولانا سید حسین الدین شاہ صاحب سلطان پوری ناظم جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی ۱۱، نومبر ۲۰۱۴ء کو مولانا مختیار النبی قریشی صاحب بن مولانا محب النبی صاحب کی نمازِ جنازہ میں تشریف لائے تو ملاقات میں نمازِ جنازہ کے بعد فرمایا۔ دورانِ گفتگو کہ نظامی صاحب آج کل آپ کیا تحریر کر رہیں ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت خواجہ پیر زین الدین صاحب مکھڈی ثم ترگوی کے احوال پر ایک مقالہ تحریر کر رہا ہوں جو بھوئی گاڑ کے حوالے سے ہوگا۔ تو فرمایا کہ میں تقریباً ۱۹۴۶ء میں بھوئی گاڑ میں پڑھتا تھا تو آپ بھوئی گاڑ میں تشریف لاتے تھے اور یہاں مسجد میں خطاب بھی فرمایا تھا بھوئی گاڑ کے تمام علمائے کرام بھی موجود تھے۔ راقم المعروف راجہ نور محمد نظامی کے علم کے مطابق جو کچھ بزرگوں سے سُنا ہے کہ حضرت پیر صاحب کی یہ آمد حضرت شیخ الاسلام مولانا مفتی حکیم عبدالحی قریشی صاحب کی حمائیت و تائید میں جو الیکشن مہم کے سلسلے میں ایک پروگرام تھا، اُس میں تشریف لائے تھے اور اُن کی حمایت میں اپنے خاندانی مریدین علمائے کرام خواص وعوام سے خطاب کے علاوہ اپنا شائع کردہ ایک اشتہار بھی تقسیم کیا تھا جو آج بھی راقم المعروف کے ذاتی کتب خانہ میں محفوظ ہے۔ اُس کا عنوان ہے ''موجودہ الیکشن میں سلامتی کا راستہ'' جو ''منوہر پریس سرگودھا'' سے شائع ہوا ہے۔

حضرت مولانا قریشی صاحب نے یہ الیکشن ۱۹۴۶ء کے انتخابات میں پنجاب اسمبلی کے حلقہ نمبر ۱۶۰ اٹک شمالی وَن سے لڑا تھا اور علاقے کے بڑے بڑے رئیس آپ کے مدِّ مقابل تھے اور مجلس احرار الاسلام کے اُمیدوار تھے۔

بھوئی گاڑ کی تمام مساجد میں قیام پاکستان سے قبل علمائے بھوئی گاڑ جو قریش النسل خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ درس وتدریس، امامت وخطابت فرماتے تھے۔ بھوئی گاڑ کی مرکزی جامع مسجد ہی حضرت شیخ الاسلام مولانا مفتی عبدالحی قریشی صاحب اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محبّ النبی قریشی صاحب کے برادر بزرگ حضرت مولانا قاری غلام جیلانی قریشی صاحب امامت وخطابت فرماتے تھے۔ کسی خاندانی تنازعہ کی وجہ سے حضرت مولانا محبّ النبی صاحب جو اکثر دہلی، لاہور، مکھڈ شریف اور گولڑہ شریف ودیگر جگہوں پر تدریس فرماتے رہے۔ امامت کے دعویٰ دار ہو گئے۔ اس مسئلہ نے علمائے کرام کے علاوہ عوام وخواص میں دو پارٹیوں کی شکل اختیار کر لی۔ نمازیوں کے بھی دو گروہ بن گئے۔ مسجد میں دو نمازیں ہونے لگیں۔ حضرت پیر صاحبانِ مکھڈ شریف حضرت خواجہ مولانا پیر احمد الدین صاحب سجادہ نشین مکھڈ شریف بمع اپنے دونوں برادران حضرت مولانا پیر محمد الدین صاحب وحضرت مولانا پیر زین الدین صاحب کے بھوئی گاڑ تشریف لائے۔ مسجد میں بیٹھ کر دونوں گروپوں کے درمیان صلح کروائی اور نمازِ عصر حضرت سجادہ نشین صاحب مکھڈ شریف نے اپنی امامت میں دونوں گرپوں کو ایک جگہ پڑھائی۔ مغرب کی نماز کی امامت مولانا محبّ النبی قریشی نے فرمائی تمام لوگوں نے بمعہ حضرت مولانا عبدالحی صاحب کے اُن کی اقتدا میں نماز ادا کی۔

عشاء کی نماز کی امامت حضرت مولانا عبدالحی صاحب نے فرمائی تو مولانا محبّ النبی صاحب کا گروپ نماز میں شامل نہ ہوا اور اپنی نماز ادا کی، جس پر حضرت پیر صاحبان مکھڈ شریف رات کو ہی بھوئی گاڑ سے موضع درویش ضلع ہری پور ہزارہ تشریف لے گئے۔ جون ۱۹۵۷ء کو جامع مسجد غوثیہ مہریہ بھوئی گاڑ کے سنگِ بنیاد کی تقریب حضرت مولانا فرید الدین صاحب قریشی نے منعقد کی، جس میں علاقے کے تمام علمائے کرام شریکِ محفل تھے۔ مسجد کا سنگِ بنیاد حضرت پیر غلام محی الدین صاحب گولڑہ شریف المعروف بابو جی نے رکھا اور حضرت خواجہ پیر زین الدین صاحب نے خطاب فرمایا۔

حضرت خواجہ پیر زین الدین صاحب شیخ الطریقت، عالم باعمل، مبلغ، مناظر، مدرس، سیاسی و سماجی لیڈر کے ساتھ ساتھ مصنف بھی تھے آپ کی حیات مبارکہ میں شائع کردہ چند کتب راقم المعروف کے کتب خانہ میں موجود ہیں۔ جن کے بعض اوراق پر مدرسہ عربیہ زینت الاسلام آستانہ چشتیہ عالیہ شریف ترگ ضلع میانوالی کی مہر لگی ہوئی ہے۔ کتب کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱. **کتاب شمس الضحیٰ فی مسائل الاربعتہ التی تتعلق بحیاتِ المُصطفےٰ.**
۲. **نجم الھدے فی مسئلہ حیات المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم.**
۳. **المجاھدین فی سبیل اللہ لنصرۃ دین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم.**

حوالہ جات

۱۔ تذکرۃ المفتی (قلمی) راجہ نور محمد نظامی۔ مملوکہ کتب خانہ راجہ نور محمد نظامی، بھوئی گاڑ ضلع اٹک
۲۔ ڈائری ۱۹۷۸ء (قلمی) حاجی ملک محمد مسکین المعروف بابو جی۔ مملوکہ مولانا زبیر امین بھوئی گاڑ، ضلع اٹک
۳۔ مولانا محمد گل شیر شہید سوانح وخدمات، محمد عمر فاروق، بخاری اکیڈمی ملتان، ۲۰۰۷ء
۴۔ تذکار بگویہ (جلد اول)، صاحبزادہ انوار احمد بگوی، مرکزیہ مجلس حزب الانصار، بھیرہ، ۲۰۰۴ء
۵۔ حیاتِ مرشد، حاجی غلام قاسم شاہ، ترگ شریف، مرکزی تنظیم دعوت الی الخیر، کراچی
۶۔ سرزمینِ اولیاء میانوالی، سید طارق مسعود شاہ کاظمی، مکتبہ سیدی قطبِ مدینہ، مسلم بازار میانوالی، ۲۰۰۸ء
۷۔ رجسٹر تاثرات، کتب خانہ راجہ نور محمد نظامی، بھوئی گاڑ
۸۔ مکتوب کیپٹن محمد جمال الدین بنام راجہ نور محمد نظامی

۹۔ ماہنامہ شمس الاسلام، بھیرہ، جولائی ۱۹۴۱ء

۱۰۔ ماہنامہ شمس الاسلام، بھیرہ، اگست ۱۹۴۱ء

۱۱۔ ماہنامہ الداعی، لکھنو، ذی قعدہ ۱۳۵۹ھ

۱۲۔ اشتہار "موجودہ الیکشن میں سلامتی کا راستہ" حضرت خواجہ غلام زین الدین مکھڈوی ثم ترگوی، مطبوعہ منوہر پریس، سرگودھا

۱۳۔ مولانا مفتی حکیم احمد حسن قریشی بھوئی گاڑوی کی راقم کے ساتھ گفتگو

۱۴۔ مولانا سید حسین الدین شاہ سلطان پوری راولپنڈی کی راقم کے ساتھ گفتگو

۱۵۔ مولانا حمید اللہ مدرس مدرسہ قاسم العلوم شہرانوالہ گیٹ لاہور کی راقم کے ساتھ گفتگو گفتگو

۱۶۔ مولانا حسین احمد قریشی خطیب مرکزی جامع مسجد بھوئی گاڑ کی راقم کے ساتھ گفتگو

☆☆☆☆☆

حضرت خواجہ محمد زین الدین چشتی نظامیؒ کے چند گہر پاروں کا تعارف

ڈاکٹر رانا غلام یٰسین

حضرت خواجہ محمد زین الدین چشتی نظامیؒ اپنے وقت کے جید عالم دین اور پیر کامل تھے آپ حضرت مولانا غلام محی الدین مکھڈیؒ (متوفی ۱۹۲۰ء) کے فرزند اور مولانا محمد احمد الدینؒ مکھڈی اور مولانا محمد الدینؒ مکھڈی کے بھائی تھے۔

آپؒ نے علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل کے بعد بے آب و گیاہ سرزمین ٹبہ شریف، ترگ (میانوالی) میں مسندِ ارشاد بچھائی اور مدرسہ قائم کیا۔ آپ نے درس و تدریس کے ساتھ ساتھ کئی کتب اور رسائل بھی تصنیف فرمائے جو مشعلِ ہدایت اور علمیت کا منبع ہیں۔ ترگ شریف میں حضرت کے جانشینوں میں کئی جید علما اور صاحبِ تصنیف بزرگ پیدا ہوئے جن کی کئی تصانیف زیورِ طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں۔ آپ کی چند تصانیف کا تعارف پیش خدمت ہے۔

۱. نور الھدیٰ فی آدابِ مصطفی

یہ کتابچہ ۴۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ دوسری بار ۱۹۷۸ء میں جماعت فدایانِ مصطفیٰ نے شائع کیا۔ اس کتاب کے موضوع کا تعارف، اس کی اہمیت اور اس کتابچے کی تحریر کے خواہش مندان کے متعلق حضرت خواجہ زین الدین چشتی لکھتے ہیں:

''آداب مصطفیٰ ﷺ ایک ایسا مضمون ہے جس پر قلم اٹھانا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ کیونکہ جن کے آداب و اکرام رب ذوالجلال نے اپنے کلامِ مقدس کے اندر یہاں تک بیان فرمائے کہ اپنے محبوب ﷺ کی بارگاہ میں اٹھنے بیٹھنے، بولنے چالنے تک کے آداب سکھا دیے تو پھر کسی انسان کی کیا مجال ہے کہ آدابِ مصطفیٰ ﷺ کے متعلق بیان کرنے کی جسارت کرے، اور پھر کہاں مجھ جیسا کمزور و ضعیف العمر انسان اور آدابِ مصطفیٰ ﷺ جیسا اعلیٰ و ارفع

☆ پروفیسر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج، راجن پور

بیان، مگر جماعت فدایانِ مصطفیٰ کے اراکین کی خواہش پر چند ورق بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں ہدیہ عقیدت کے طور پر حوالۂ قلم کرتا ہوں۔"

(نور الہدیٰ فی آدابِ مصطفیٰ، ص ۳۔۴)

اس مضمون میں حضرت صاحب نے بڑے عمدہ انداز میں آقائے نامدار ﷺ کی تعظیم اور ادب کے حوالے سے اپنی معروضات پیش کی ہیں۔ اندازِ بیاں بڑا مدلل اور صحابہ کی امثال سے مزین ہے۔ آغاز قرآن مجید کے حکم سے فرمایا جس میں فلاح لانے والوں کے لیے چار شرائط مقرر کی گئیں۔(۱) آپ پر ایمان لانا (۲) آپ کی تعظیم کرنا (۳) آپ کی نصرت کرنا (۴) قرآن کریم کا اتباع۔ اس کے بعد صحابہ کرامؓ کی زندگیوں سے ادبِ مصطفیٰ ﷺ کی چند مثالیں پیش کی ہیں۔

(۱) حضرت حنظلہ ؓ کا فریضہ غسل کو حکمِ رسول پر چھوڑ دینا، جہاد کرنا، شہید ہونا اور غسیل الملائکہ بننا۔

(۲) حضرت ابوبکر صدیقؓ کا آپ کی آمد پر نماز کے دوران امامت چھوڑ کر مقتدی بن جانا۔

(۳) حضرت علیؓ کا نمازِ عصر قضا کر دینا لیکن آپ ﷺ کو نہ جگانا۔

(۴) حضرت صدیق اکبرؓ کا غارِ ثور میں سانپ کے کاٹنے کے باوجود آپ ﷺ کو نہ جگانا۔

(۵) فرشتوں کا آپ ﷺ کے بالوں کے قریب قرآن پڑھنا۔

آپ ﷺ کے ادب اور تعظیم کے سلسلے میں چند احادیث بھی پیش کی گئی ہیں جن میں آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس کو اپنے ماں باپ اور دنیا کی ہر چیز سے زیادہ افضل اور تعمیل کو اہم قرار دیا گیا ہے۔

کتاب کے دوسرے ایڈیشن میں ڈاکٹر زبیر احمد چشتی نے کچھ اضافہ بھی فرمایا ہے، جس میں چند اور مثالوں سے ادبِ مصطفیٰ ﷺ کی اہمیت واضح کی گئی ہے۔ بلاشبہ اس اہم موضوع پر آپ کا یہ مضمون بڑا مدلل، عقیدت سے بھرا ہوا اور امتِ مسلمہ کے لیے ایک نعمتِ غیر مترقبہ ہے۔

۲. توحیدِ خالص

یہ کتاب ۸۲ صفحات پر مشتمل ہے جسے آستانہ عالیہ ترگ شریف نے شائع کیا ہے۔اس کتاب کا سنِ تصنیف حضرت صاحب نے ۱۲۳۳ھ تحریر فرمایا ہے۔کتاب بڑی مدلل اور حضرت صاحب کی وسعتِ مطالعہ کی ترجمان ہے۔آپ نے توحیدِ خالص بیان کرنے کے لیے پہلے تخلیق کی چار علتوں کی وضاحت فرمائی ہے۔

علتِ فاعلی (اے لوگو اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا)

علتِ مادی (تخلیقِ آدم، انا خلقنا کم من تراب...انا خلقنا هم من طين لازب....من صلصال من حماء مسنون)

علتِ صوری (خلق اللہ آدم علی صورتہ)

علتِ غائی

یہ چاروں علتیں بیان کرنے کے لیے آپ نے قرآنِ مجید و احادیثِ مبارکہ، مختلف تفاسیر، شروح اور فلاسفہ (معتزلہ، ابنِ تیمیہ وغیرہ) کی بحث بھی پیش کی ہے۔اس بحث میں نبی، عبادت، ملت، شریعت، رسول، اسلام کی انتہائی مدلل اور قرآن و حدیث سے وضاحت فرمائی ہے۔

اس کے بعد آپ نے اللہ تعالیٰ کی صفات کو بیان کیا ہے۔صفاتِ باری میں اسماء الحسنیٰ کی تفسیر پیش کی ہے ۔اس کے بعد آپ نے چند صفاتِ الوہیہ کو پیش کیا ہے جس میں حیات، علم، قدرت، ارادہ پر بحث کی ہے۔یہاں بھی آپ نے اپنے وسیع مطالعہ کو کام میں لاتے ہوئے قرآن و حدیث سے استناد پیش کیا ہے۔ارادہ کے ضمن میں تقدیر پر بھی بڑی عمدہ بحث کی ہے اور اس سلسلے میں معتزلہ کے فلسفے پر بھی بحث کی ہے۔آپ نے اس بحث میں صحابہ کرام، مفسرین سعید بن المسیب، سعید بن جبیرؒ، ضحاکؒ، عکرمہؒ، کلبیؒ، معتزلہ، حضرت مجدد الف ثانیؒ کے فرمودات کا جائزہ لیا۔آپ لکھتے ہیں:

''خلاصہ کلام یہ ہے کہ صفات اللہ تعالیٰ نہ عین ذات ہیں اور نہ غیر ذات ہیں۔ یہ فی نفسہا ممکن ہیں۔ واجب الذات الوجب ہیں۔'' توحید خالص، ص ۵۸

اس کے بعد آپ نے شرک کی بڑی عمدہ شرح لکھی ہے۔ اور اہلِ سنت والجماعت کے عقیدے کی وضاحت کی ہے اور ان کے مخالفین کو بڑا مدلل جواب دیا ہے کہ

''سچے مواحدین اولیاء اللہ کے مزارات پر فیض حاصل کرنے کے لیے جاتے ہیں اور بعض گمراہ لوگ ان کو مشرک، پیر پرست یا بدعتی کے الفاظ سے پکارتے ہیں۔ یہ تعصب اور جہالت ہے۔''

(توحید خالص، ص ۵۹)

۳۔ فضیلتِ ذکر

یہ کتابچہ ۴۰ صفحات پر مشتمل ہے جو دوسری بار ۲۰۱۱ء میں شائع ہوا۔ اس کتابچہ میں آپ نے ''ذکر'' کی اہمیت اور فضیلت، اس کے فوائد کو قرآن و حدیث کی روشنی میں پیش کیا ہے۔ آپ نے مضمون کا آغاز اس آیتِ مبارکہ سے کیا ہے:

فا ذکرونی اذکرکم و اشکرولی ولا تکفرون

اس کے بعد ذکر کی فضیلت میں قرآنی آیات پیش کی ہیں جن کا ترجمہ اور وضاحت پیش کرنے کے بعد آپ نے خلاصہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

''معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے سے دنیا اور آخرت کی بھلائیاں حاصل ہوتی ہیں اور ذکر سے اعراض و روگردانی کرنے سے دنیاوی زندگی بھی تنگ کر دی جاتی ہے اور اُخروی زندگی بھی پریشان کن ہوتی ہے۔'' فضیلتِ ذکر، ص ۷

اس کے بعد احادیثِ مبارکہ پیش کی گئی ہیں۔ ذکر کی اہمیت و فضیلت سے متعلق ان احادیث کا ترجمہ و شرح بھی پیش کی گئی ہے۔ اس کے بعد ذکر میں کلمہ شریف کی اہمیت بیان کی گئی ہے۔ آپ نے لطائفِ عشرہ کی وضاحت کی کہ انسان دس لطیفوں سے مرکب ہے۔

عالمِ امر:

ا۔قلب ۲۔سر ۳۔خفی

۴۔روح ۵۔اخفیٰ

عالمِ خلق:

ا۔نفس ناطقہ ۲۔آگ ۳۔پانی

۴۔ہوا ۵۔مٹی

ان لطائف عشرہ کی وضاحت کرنے کے بعد ولایت کے پانچ درجوں کی وضاحت فرمائی ہے۔

ا۔ ولایت کا پہلا درجہ قلب ہے۔ یہ حضرت آدم کے زیرِ قدم ہے اور اس درجے والے کو آدمی المشرب کہتے ہیں۔

۲۔ دوسرا درجہ مقامِ روح ہے جو حضرت ابراہیم کے زیرِ قدم ہے اور اس درجے والے کو ابراہیمی المشرب کہتے ہیں۔

۳۔ تیسرا درجہ مقامِ سر ہے۔ یہ حجرت موسیٰ کے زیرِ قدم ہے اور اس درجہ والے کو موسیوی المشرب کہتے ہیں۔

۴۔ چوتھا درجہ مقامِ خفی ہے جو حضرت عیسیٰ کے زیرِ قدم ہے۔ اس مقام والے کو عیسوی المشرب کہتے ہیں۔

۵۔ پانچواں درجہ مقامِ اخفیٰ ہے جو آقائے نامدار ﷺ کے زیرِ قدم ہے۔ اس درجے والے کو محمدی المشرب کہتے ہیں۔

اس کے بعد مقاماتِ عشرہ سلوک کی وضاحت فرمائی ہے۔

ا۔ توبہ ۲۔زہد ۳۔توکل

۴۔ قناعت ۵۔عزلت ۶۔ذکر

۷۔توجہ ۸۔صبر ۹۔مراقبہ

۱۰۔رضا

اس کے بعد ڈاکٹر محمد زبیر چشتی نے اس پہ کچھ اضافہ کیا جو "باقیات الصالحات" کے نام سے شامل کیا گیا ہے۔اس میں "فضائلِ کلمہ شریف" "فضائلِ درود پاک" اور فضائلِ استغفار" بیان کئے گئے ہیں۔

۴. دعوت خیر الانام الیٰ اقامة عمود الاسلام

یہ کتابچہ ۴۰ صفحات پر مشتمل ہے۔جسے تیسری بار آستانہ عالیہ ترگ شریف نے ۲۰۱۱ء میں شائع کیا ہے۔یہ کتابچہ نماز کی اہمیت وفضیلت کے بارے میں ہے۔اس میں قرآن وحدیث کی روشنی میں نماز کی اہمیت ،اس کی فضیلت ،اس کو ترک کرنے کے نقصانات، اس کے ارکان،طریقہ بڑے عمدہ انداز میں بیان کی گیا ہے۔اس میں درج ذیل عنوانات قائم کیے گئے ہیں۔

فصل اول : اہمیتِ نماز کے بارے میں

فصلِ دوم : فضیلتِ نماز کے بارے میں

فصلِ سوم : نماز چھوڑنے پر وعید (مسلمانوں کی پستی کا اہم سبب)

ارکانِ نماز کا بیان : واجباتِ نماز کا بیان

نماز کی سنتوں کا بیان : مستحباتِ نماز کا بیان

نماز کے مکروہات کا بیان: مفسداتِ نماز کا بیان

سجدہ سہو کے بیان میں :

اس کے بعد سوالاً جواباً نماز کے مسائل کو بیان کیا گیا۔یہ کتاب نماز کے مسائل سیکھنے کے حوالے سے بڑی عمدہ اور اہم ہے جو آپ کے زورِ قلم کا شاہکار ہے۔

۵. بیعت کی محبت

یہ کتاب ۱۱۲ صفحات پر مشتمل ہے جسے ۱۹۷۸ء میں آستانہ عالیہ ترگ شریف نے شائع کیا۔اس کتاب میں آپ کے بہت سے مضمون یکجا کیے گئے ہیں جو پہلے الگ بھی شائع ہو چکے تھے۔اس حصے میں طریقت کے اصول اوراس سے متعلقہ تمام چیزوں کوقرآن وحدیث کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔اس میں درج ذیل موضوعات کوپیش کیا گیا ہے۔

۱۔ راہ طریقت وشریعت ۲۔طلب پیر

۳۔ اہلیت پیرومرشد ۴۔علامت پیرکامل

۵۔ رکن بیعت ۶۔ارادت

۷۔ تربیت

بیعت (بیعت کی قسمیں،شرائطِ بیعت، بیعت کےفوائد،خدمتِ مرشد،محلِ بیعت) ولی،فیضِ علمائے حق،روحانی امراض

۶. بدرالدجیٰ فی کیفیة الایمان با المرتضیٰ ﷺ

اس کتابچے میں آپ ﷺ کے ساتھ ایمان بالخاتمیت اور مسئلہ امتنائے نظیر پر بحث کی گئی ہے۔ان دونوں مسائل کوقرآن وحدیث کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔

۷. المجاھدین فی سبیل اللہ

یہ مضمون نصرتِ دین کے سلسلے میں مجاہدین کی فضیلت پر ہے اس میں درج ذیل موضوعات پیش کئے گئے ہیں۔

☆ نصرتِ دینِ مصطفیٰ ☆ نصرتِ خداوندی کن لوگوں کے ساتھ ہے

☆ صحابہ کرام اورنصرت دین ☆ نیکی کااعلیٰ درجہ

☆ نصرت دین بذریعہ تعاون ☆ امرِ بالمعروف ونہی عن المنکر

☆ فضیلتِ علم ☆ نصرت دین بذریعہ درس دین

۸۔ نجم الھدیٰ فی مسئلہ حیات المصطفیٰ

یہ کتاب آپ کا علمی شاہکار ہے جو ۱۴۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب تین بار شائع ہوچکی ہے۔ اسے آستانہ عالیہ ترگ شریف نے شائع کیا ہے۔ ایڈیشن سوم میرے سامنے ہے، جس پر سنِ اشاعت درج نہیں ہے۔

اس کتاب میں آپ نے مسئلہ حیاتِ نبی ﷺ کو قرآن و حدیث اور خلفا، صوفیا، مفسرین، صلحا، محدثین اور شارحین کے حوالوں کے ساتھ پیش کیا ہے۔ مولانا محمد اشفاق آپ کے اس علمی کارنامے پر یوں رقم طراز ہیں:

''الحمدللہ مسئلہ حیات النبی ﷺ میں تحقیق و تدقیق کے لحاظ سے یہ کتاب مثالی حیثیت کی حامل ہے۔ زیرِ نظر کتاب ''نجم الہدیٰ'' موصوف کا علمی شاہکار ہے جو کہ آپ کی استعداد، ذکاوت و ذہانت، جودتِ طبع، وسعتِ مطالعہ اور والہانہ عشقِ رسالت کی آئینہ دار ہے۔ اندازِ تحریر سادہ، عام فہم مگر مدلل اور باحوالہ ہے۔''

(نجم الہدیٰ، ص ۱۳۹)

اسی طرح مولانا محمد شریف لکھتے ہیں:

''حضرت مولانا خواجہ محمد زین الدین آف ترگ شریف ضلع میانوالی نے دلائل اور براہینِ قاطعہ سے منکرینِ حیات النبی ﷺ کا رَدّ فرما کر اہلِ سنت والجماعت کے لیے عمدہ دلائل کا ذخیرہ جمع فرمادیا ہے۔ طرزِ تحریر سادہ مگر افادیت میں بہت زیادہ ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس رسالۂ نافعہ کے مطالعہ سے طالبانِ راہِ نجات کو ہدایت اور عاشقانِ رسالت کے بے چین اور مضطرب قلب کو طمانیت نصیب ہوگی۔

(نجم الہدیٰ، ص ۱۴۰)

کتاب کے آغاز میں صاحب تصنیف خود بھی اس کی طرف اشارہ فرماتے ہیں:

''مسئلہ حیات النبی ﷺ کے انکار سے بہت سے مفاسد اور فتن ابھرتے ہیں حتیٰ کہ

انکار نبوت حقیقی سے انکار کلمہ تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔معاذ اللہ ثم معاذ اللہ ۴۴۵ھ میں ابتدائے انکار مسئلہ حیات النبی ﷺ سلطان طغرل بیگ سلجوقی کے عہد میں جو کہ نیشاپور میں رہنے والے "بیکری" کا عقیدہ تھا۔اکابرِ اہلِ سنت نے ان نظریات کی تردید کی۔"

(نجم الھدیٰ،ص۴)

اس کتاب میں اسی مسئلے کی وضاحت فرمائی گئی ہے۔اور حیات النبی ﷺ کو ثابت کیا گیا ہے۔کتاب چار فصلوں پر مشتمل ہیں۔

۱۔ فصل الاول : فی الآیات التی دلت علی حیات النبی ﷺ

۲۔ فصل الثانی: : فی الاحادیث النبویہ

۳۔ فصل الثالث : فی مسلکِ خلفائے راشدین

۴۔ فصل الرابع : فی اجماع الامۃ والائمہ

پہلی فصل میں حیات النبی کے اثبات میں آیاتِ مبارکہ ،ان کا ترجمہ ،ان کی شرح، مختلف صحابہ کرامؓ، محدثین اور شارحین کی تحریروں کے حوالے پیش کئے گئے ہیں۔اس فصل میں آپ کی علمی وسعت کا اندازہ ہوتا ہے۔آپ نے اس فصل میں قرآن مجید کی آیاتِ مبارکہ تحریر فرما کر ان کا ترجمہ اور شرح پیش کر کے دلیل کے طور شرح جامی،ص۲۸۲، جذب القلوب از شاہ عبدالحق محدث دہلوی ،ص ۱۷۱،۲۱۴،شرح مواہب اززرقانی،ص۳۰۹،جلد ہشتم،ص۳۰۹،۳۱۰ کتاب الجواہر المنظم از احمد بن حجر ہیثمی ،ص۲۳، زرقانی جلد ۵،ص۳۳۲،ابنِ کثیر جلد اول ،ص۳۰۶،۵۲۰،۲۷۹،جلد سوم،ص ۵۲۴،جلد چہارم،ص۲۰۷،تفسیر روح البیان،جلد۵،ص۲۹۔۵۲۸،ص۷۵،جلد نہم،ص۶۵،۶۸ تفسیرِ مدارک،جلد سوم،ص۵۲۹،تفسیر روح المعانی ،ص ۲۰۹،ص۲۲،شفاء ،از: قاضی عیاض ،جلد چہارم ،ص ۳۲۶،تفسیر کبیر ،جلد ہشتم،ص۵۶۰،تفسیر امام ابی جعفر محمد بن جریر،ص۶۷،ص۲۸،تفسیر خازن ،ص۹،ص۴۳۳ کے حوالے پیش کیے ہیں اور پھر لکھا ہے کہ:

''پس حیات جمیع انبیاء دنیاوی، حسی اور حقیقی ثابت ہوگئی تو حیات حضور ﷺ بالاولیٰ ثابت ہوگئی کیونکہ حضور کی حیات سب سے اکمل، افضل واولیٰ ہے۔ پس ''مسئلہ حیات'' آیات سے ثابت ہوگیا۔''

(نجم الہدیٰ، ص ۳۵)

فصل ثانی میں حیات النبی کے اثبات میں احادیثِ مبارکہ، ان کا ترجمہ اور محدثین و شارحین ومفسرین کے بیانات حوالوں کے ساتھ پیش کیے گئے ہیں۔ اس باب میں صحاح ستہ اور ان کی شروح کے حوالوں کے ساتھ ساتھ ''انباہ الاذکیا فی حیاۃ الانبیاء'' از: مولانا جلال الدین سیوطیؒ، ''شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام'' از: سعید ابن محمد بن اسمٰعیل یعقوبی، ''جذب القلوب'' از: شیخ عبد الحق محدث دہلوی، ''تفسیر روح المعانی''، ''فیض الباری''، فتح الباری از شافعی، ''الیواقیت الجواہر'' از: شعرانی، ''فیض التقدیر شرح جامع الصغیر'' از: علامہ منادی زرقانی، ''جواہر البحار'' از: علامہ یوسف ابن اسمٰعیل نبہانی، ''مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی''، ''در المختار'' از: علامہ شامی، ''احیاء العلوم'' از: غزالی، ''شواہد الحق'' از: علامہ نبہانی، مکتوبات شیخ عبدالحق دہلوی، ''قول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب'' از: شافعی، ''تفسیر روح البیان'' کی عربی عبارات اور ان کے ترجمے کے ساتھ ساتھ ان علما کی بحث بھی پیش کی ہے اور آخر میں لکھتے ہیں:

''اس لمبی چوڑی بحث سے ثابت ہوگیا کہ تشہد میں ''السلام علیک ایھا النبی'' حضور ﷺ کو زندہ بحیاتِ دنیاوی وحسی سمجھ کر خطاب کیا جاوے۔ اس کے دلائل محققانہ طور پر دیے گئے ہیں۔'' (نجم الہدیٰ، ص ۱۱۰)

باب الثالث میں حیات النبی کے سلسلے میں صحابہ کرامؓ کے عمل سے ثبوت پیش کیے گئے ہیں۔ اس سلسلے میں حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت ابوایوب انصاریؓ کے عمل اور نظریات کو پیش کیا ہے اس کے بعد لکھتے ہیں:

""آنحضرتؐ کے ارشاد عالیہ اور خلفائے راشدین کے عہدِ قدسیہ اور ام المومنینؓ کے عملی فیصلے اور صحابہ کرامؓ کے نظریات یکے بعد دیگرے آپ کے سامنے آچکے ہیں۔ان سب میں ایک قدر مشترک یہ ہے کہ حضور فخر موجودات، رحمتِ کل اپنے روضۂ اقدس میں بجسدہ وروحہ حیات دنیاوی کے ساتھ زندہ ہیں اور ہمارے عرض کیے ہوئے صلوٰۃ وسلام خود سنتے ہیں۔""

(نجم الھدیٰ، ص۱۲۲)

باب الرابع میں اس مسئلے پر آپ نے علما، صلحا اور صوفیا کے نظریات پیش کیے ہیں۔علمائے حنیفہ کے عنوان سے امام ابن الہمام (م۔۲۸۶ھ) کی فتح القدیر، درالمختار، الرحیق المختوم شرح عقائد المنظوم از: علامہ عینی، الطحطاوی از: علامہ شیرانی، قصیدہ نعمان از: امام اعظم سے اقتباسات پیش کیے ہیں۔

مسلکِ مالکیہ کے عنوان سے وفاء الوفا، از: امام مالک، بحرالمحیط از: امام حبان اندلسی اور علامہ ابن الحاج ابن رشید اندلسی، ابن ابی حمیرہ کا ذکر کیا ہے۔

مسلکِ شوافع کے تحت امام بیہقی، امام سیوطی، حافظ ابن حجر عسقلانی، امام شافعی کے نظریات کا ذکر کیا ہے۔

مسلکِ حنابلہ کے تحت جوہر منظم از: امام احمد بن حنبل سے اقتباس پیش کیا ہے۔اکابر فرقہ اہلحدیث کے تحت ""تحفۃ الذاکرین شرح حصن حصین"" از: قاضی شوکانی یمنی، ""اتحاف النبلاء"" از: عبدالوہاب نجدی کے اقتباسات پیش کیے ہیں۔

عقائد متکلمین کے تحت علامہ تورپشتی، اشاعرہ اور ماتریدیہ کے تحت طبقاتیۃ الشافیہ کا اقتباس، اجماع المحدثین کے تحت "" القول البدیع"" از: عسقلانی، ""شرح بخاری"" از: علامہ عینی، ""رسالہ مدینہ"" از: عابد سندھی، ""اشعۃ اللمعات"" از: علامہ عبدالحق محدث دہولی، ""فیوض الحرمین"" از: شاہ ولی اللہ قسطلانی، ""نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض"" از: علامہ احمد شہاب الدین المصری، ""حاشیہ نسیم الریاض"" از: ملاعلی قاری حنفی کے اقتباسات پیش کیے ہیں۔

اجماع العلماء الاعلام کے تحت متفقہ فیصلہ علمائے دیوبند کا حوالہ دیا ہے۔علمائے بریلوی کے تحت العقائد الحنفیہ، بہار شریعت از اعلیٰ حضرت، تفسیر نور العرفان حاشیہ کنز الایمان از: مفتی احمد یار خان، ''خزائن العرفان'' از: مولانا نعیم الدین مراد آبادی کا حوالہ دیا ہے اور آخر میں لکھتے ہیں:

''خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب سب ائمہ اربعہ اور سب علماء کا دنیاوی، حسی اور حقیقی حیات النبی ﷺ کے مسئلہ پر اتفاق ہو گیا تو یہ اجماع امت ہوا جیسا کہ ائمہ کا مسلک گزر چکا ہے، جس مسئلہ پر چاروں اماموں کا اتفاق ہو جائے وہ مسئلہ اجماعی کہلاتا ہے اور اس کا منکر بدعتی اور فاسق ہے۔''

(نجم الہدیٰ، ص ۱۳۷)

حضرت خواجہ غلام زین الدینؒ بطورِ مدرس

☆علامہ حافظ محمد ہاشم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم امابعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم.. بسم اللہ الرحمن الرحیم.. واما بنعمۃ ربک فحدث بندہ ناچیز حافظ محمد ہاشم شاہ عرض کرتا ہے کہ جب ہم نے ٹبہ شریف [ترگ، میانوالی] پر دورۂ حدیث پڑھا تو اس وقت ہم دورۂ حدیث شریف پڑھنے والے طلبہ کرام تقریباً چھ تھے۔ دورہ حدیث شریف پڑھنے والوں کے اسماگرامی یہ ہیں۔

۱۔ صاحبزادہ نصیرالدینؒ قبلہ حضرت صاحب کے بیٹے

۲۔ مولوی غلام قاسم شاہ صاحب امام مسجد محلّہ عمر خیل، ترگ شریف

۳۔ حافظ محمد ہاشم شاہ راقم الحروف، ترگ شریف

۴۔ مولوی محمد اسلم شاہ سندا نانوالہ، کلور شریف

۵۔ مولوی ذوالفقار شاہ صاحب، ترگ شریف

۶۔ مولوی حافظ محمد رمضان شاہ صاحب، ترگ شریف

نعمتِ عظمیٰ: قبلہ حضرت صاحبؒ نے تمام شاگردوں کو اپنے اساتذۂ کرام کے نام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک لکھواتے جو ہمارے لیے بہت بڑی نعمت تھی لیکن افسوس کہ وہ اسناد کسی بھی شاگرد

☆ مدرس، ٹبہ شریف، ترگ، تحصیل عیسیٰ خیل، ضلع میانوالی

کے پاس اب نہیں ہیں۔شاید قبلہ حضرت صاحبؒ کے اسناد میں یا کاپیوں میں مل جائیں۔ان اسناد کے حصول کی خاطر مکھڈ شریف کے آستانہ عالیہ کے مکینوں سے بھی بندہ نے پوچھا لیکن وہاں سے بھی نہیں ملیں۔

ایک سوال: جب بخاری شریف کی اس حدیث شریف ص ۹۶۹/۲ پر پہنچے کو قیامت کے دن موت کو دنبہ جو سفید اور کالے رنگ کا ہوگا اس کی صورت میں لایا جائے گا۔اسے حضرت یحییٰ علیہ وعلی نبینا الصلوۃ والسلام ذبح فرمائیں گے اس وقت اعلان ہوگا! اے بہشتیو اب موت نہیں آئے گی۔اور دوزخیو! اب موت نہیں آئے گی تو بندہ ناچیز نے پوچھا کہ موت جب دنبہ کی صورت میں زندہ تھی اور اسے اللہ تعالیٰ کے نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ذبح فرمایا تو دنبہ موت پر جو موت آگئی اس پر بھی موت آنی چاہیے قبلہ حضرت صاحب نے جواب دیا جو اس وقت مجھے یاد نہیں کہ تمثیل کے طور پر فرمایا جبکہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے فرمایا خلق الموت والحیوہ بخاری و مسلم شریف یہ دونوں کتابیں قبلہ حضرت صاحب سے اور باقی استادِ محترم جناب نصیر الدین صاحب سے جو اس قت آستانہ عالیہ ٹبہ شریف پر اُس وقت مدرس تھے، ان سے پڑھیں۔اللہ تعالیٰ تمام اساتذہ کرام و ملحقین کو جنۃ الفردوس عطا فرمائے۔آمین یا الٰہ العالمین۔

دورۂ حدیث شریف جب مکمل ہوا تو قبلہ حضرت صاحب کے گہرے دوست جناب محترم مفتی اعظم میانوالی علامہ غلام فخر الدین صاحب گانگویؒ نے دستارِ فضیلت سے نوازا۔سَقَی اللّٰہُ اَیَّا مَا سَعِدُ نَابِقُرُبِکُمْ.

فراغتِ تعلیم کے بعد ذریعۂ معاش امامت میانوالی میں نصیب ہوئی۔وہاں کتب خانہ آستانہ عالیہ ٹبہ شریف کی کتاب مشکوۃ شریف کسی نے آکر دی اس پر مہر لگی ہوئی دیکھی تو وہ کتاب میانوالی سے بندہ ناچیز نے قبلہ حضرت صاحبؒ کے سپرد کی تو خوش ہوئے۔

منصبِ امامت: قیامِ میانوالی کے دوران مدرسہ گانگویہ میں دورۂ حدیث کی سعادت حاصل کر رہا تھا۔ اس دوران جب بندہ ناچیز جناب مفتی اعظم حضرت علامہ فخر الدین صاحبؒ کے زیر سایہ بخاری شریف پڑھ رہا تھا قبلہ حضرت صاحبؒ اپنے گہرے دوست جناب غلام فخر الدین گانگویؒ کو ملنے کے لیے تشریف لائے۔ بندہ نے بھی قدم بوسی کی تو قبلہ حضرت صاحبؒ نے بندہ کو آستانہ عالیہ ٹبہ شریف پر پڑھانے کی پیشکش فرمائی۔ بندہ ناچیز نے اس کو پسند کیا کہ میرے والدین صاحبین بھی ترگ شریف میں تھے امید ہے اللہ تعالیٰ جل شانہ ان کی خدمت کا موقع مہیا فرمائیں۔ ذریعۂ معاش جو میانوالی میں تھا اس سے بہتر اپنے وطن میں اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمایا اس لیے میانوالی سے ترکِ سکونت کر کے آستانہ عالیہ ٹبہ شریف پر آ گیا۔ آستانہ عالیہ ٹبہ شریف پر آنے کے بعد جو اہم کام قبلہ وکعبہ حضرت صاحبؒ نے بندہ کے سپرد فرمایا وہ کتاب ''نجم الھدیٰ'' کے حوالہ جات کو چیک کرنا تھا یہ وہ کتاب ہے جسے قبلہ حضرت صاحبؒ نے ہمارے زمانہ طالب علمی میں لکھنا شروع فرمایا تھا۔ دو دفعہ اس کتاب کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس پر پیش فرمایا۔

سندِ اعتماد و امانت: میرے لیے یہ بات یقیناً بہت اہم ہے کہ قبلہ حضرت صاحبؒ نے کتب خانہ کی چابی میرے حوالہ فرمائی۔ بندہ نے کتاب ''نجم الھدیٰ'' کے حوالہ جات چیک کیے تو کہیں بھی نسیان یا غلطی کو نہ پایا۔ جب کتاب کی تسلی فرمائی تو بندہ کو حکم فرمایا کہ خانیوال میں ایک کاتب جو ''فانی'' کے نام سے مشہور ہے اسے دے کر آؤ۔ بندہ نے اس وقت تک خانیوال کو دیکھا نہ تھا۔ توکل کر کے اس کتاب کو تلاش کاتب کے بعد اس کے حوالے کیا اس نے تقریباً دو ماہ تک لکھنے کا وعدہ فرمایا جب وہ میعاد پوری ہوئی، تو پھر حکم فرمایا کہ اب دوبارہ جاؤ اس کو وہیں کاتب کے پاس بیٹھ کر پڑھو، اور کاتب سے جو دورانِ کتابت غلطی ہوئی ہو، اسے درست کرنے کا کہو۔

واپس آ کر بتایا کہ اب کتاب، کتابت کی اغلاط سے مبرا ہے۔ آپؒ نے اس کے بعد شائع کرنے کا حکم فرمایا، جب ملتان میں اہلِ سنت کی بڑی عظیم الشان کانفرنس منعقد ہوئی تو بندۂ

ناچیز کو حکم فرمایا کہ تم جاؤ اور کانفرنس میں تم میرے نائب اور نمائندہ کی حیثیت سے شرکت کرو گے۔ چند ساتھیوں کے ساتھ جب ہم وہاں پہنچے تو مجھے یہ دیکھ کر خوشگوار حیرت ہوئی۔ غلامانِ مصطفیٰ کا اتنا بڑا اجتماع بندہ نے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ جناب آستانہ عالیہ بھور شریف کے پیر محمد صدیق ؒ نے صدارت فرمائی اور غزالیٔ زماں سید احمد سعید شاہ کاظمیؒ صاحبؒ نے کانفرنس سے خطاب فرمایا۔

ایک بار جب بندہ کو قبلہ حضرت صاحب کے پاس حاضری نصیب ہوئی تو آپ نے فرمایا:

ع ''نہ سمجھو خاک کا پتلا جمالِ کبریا میں ہوں''

اور ایک بار جب حاضری نصیب ہوئی تو آپ کسر نفسی فرماتے ہوئے کہنے لگے

''میں تو کچھ بھی نہیں'' تو بندہ ناچیز نے عرض کی۔ لٰكِنْ عِنْدَ اللّٰهِ لَسْتَ بِكَاسِدٍ

آستانہ عالیہ مکھڈ شریف پر: قبلہ حضرت صاحبؒ بندہ کو دوبار اپنے ساتھ لے گئے اس سے پہلے بندہ نے آستانہ عالیہ مکھڈ شریف نہیں دیکھا تھا اور دو بار آستانہ عالیہ تونسہ مقدسہ میں بھی قبلہ حضرت صاحبؒ کے ہمراہ حاضری نصیب ہوئی اس سے پہلے بندہ نے آستانہ عالیہ تونسہ مقدسہ بھی نہیں دیکھا تھا بندہ ناچیز نے دیکھا کہ تونسہ مقدسہ میں ایک چھوٹے سے بچے نے قبلہ حضرت صاحبؒ کا ہاتھ مبارک پکڑا ہوا تھا تو اس بچے کے ساتھ آپؒ کو وہ بچہ جہاں لے جاتا تھا آپ اس کی مشایعت میں چل رہے تھے۔

غوث زماں: قبلہ حضرت صاحبؒ نے فرمایا ہمارے پیر خواجہ شاہ سلیماں تونسویؒ غوث زمان ہیں قبلہ حضرت صاحبؒ نے تونسہ مقدسہ جاتے وقت اپنے ساتھ جانیوالے مریدین کے لیے گھر سے کھانا بنوایا جو راستہ میں ان کو کھلایا، سفر میں اسباق بھی پڑھاتے۔

الوسیلۃ العظمیٰ: جب قبلہ حضرت صاحبؒ نے وسیلہ کے مضمون کی کتاب لکھی تو بندہ ناچیز سے نام پوچھا تو عرض کی الوسیلۃ العظمیٰ قبلہ حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ نام بھی اور یہ بھی حکم فرمایا الوسیلۃ العظمیٰ فی الدعوارین حو بینا صاحب قوسین

کتاب: توحید خالص کی تصنیف کے دوران میں بھی فرماتے وہ تھے املا اور لکھتا بحمد اللہ بندہ ناچیز تھا۔

ذکر کا طریقہ: قبلہ حضرت صاحبؒ نے کلمہ طیبہ کے ذکر کرنے کا طریقہ اس طرح ارشاد فرمایا لا

اس طرح ناف سے اور الہ دائیں طرف اور الا اللہ کی ضرب دل پر ہو لا الہ کہتے وقت سانس باہر نکالتے وقت یہ تصور کرے کہ گناہ کے ابخرات باہر جا رہے ہیں اور الا اللہ کہتے وقت سانس اندر کھینچتے وقت یہ تصور کرے کہ انوار و تجلیات داخل ہو رہے ہے تیسری بار محمد رسول اللہ کہے۔

☆☆☆

حضرت خواجہ غلام زین الدین صاحب چشتی نظامی نور اللہ مرقدہ کی دینی خدمات

☆ علامہ بشیر احمد

جیسے آپ روحانیت وتصوف کے شاہکار تھے اسی طرح علم تدریس میں، تحریر میں، تقریر میں بے مثال تھے۔ جامع المعقول والمنقول شیخ القرآن، شیخ الحدیث ہر فن میں آپ کامل واکمل تھے فتویٰ نویسی میں آپ کا بہت بلند مقام تھا۔ فتویٰ دلائل وثبوت کے ساتھ تحریر فرما کر ممنون فرماتے تھے۔ جناب کا فتویٰ پورے پاکستان میں تسلیم کیا جاتا تھا۔ تدریسی کام میں طلبا کے اسباق پڑھانے میں اکثر وقت صرف ہوتا تھا مجھے یاد ہے ۱۹۶۱ء میں جب آپ دورۂ حدیث پڑھا رہے تھے آپ کے ساتھ استاد نصیر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ اس وقت دورۂ حدیث شریف پڑھنے میں قبلہ وکعبہ حضرت مرشدی الحاج غلام معین الدین صاحب دامت برکاتہم اور استاد محمد حیات صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور استاد قاری فتح نور صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا غلام محمد صاحب لمنوی رحمۃ اللہ علیہ شامل تھے۔ اسی دوران ایک عالم مولانا عبدالعزیز صاحب ہندوستان سے پاکستان آئے اور مختلف مدارس میں گئے لیکن کہیں بھی ان کا دل مطمئن نہ ہوا جب آپؒ کی خدمت میں آئے اور آپ کا طرزِ تدریس دورۂ حدیث پاک سنا اور دیکھا تو وہ بھی دورۂ حدیث پاک میں شامل ہو گئے۔

وہ کہتے تھے کہ میں جب کسی شیخ کے پاس جاتا تھا اور دل میں ارادہ کرتا کہ یہاں بیعت کرلوں تو مجھے خواب میں اپنے سابقہ مرشد گرامی آ کر منع فرما دیتے تھے لیکن میں یہاں آپ کی بیعت کرنے کا ارادہ کر چکا ہوں لیکن مجھے مرشدی گرامی کی طرف سے منع نہیں ہوا۔

☆ علامہ بشیر احمد، نورانی مسجد، کندھ کوٹ، سندھ

جناب استاد مولانا غلام فرید صاحب رحمۃ اللہ نے بتایا جب آپ کو دورۂ حدیث پاک پڑھانے کے متعلق سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ارشاد ہوا۔ بخاری شریف، مسلم شریف اور ترمذی شریف آپ خود پڑھایا کریں تو آپؒ نے بارگاہ رسالت میں عرض کی۔ یا حضرت میرا حافظہ کمزور ہے، تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب مبارک عطا فرمایا، اس کی برکت سے آپ کے حافظے کا یہ عالم تھا کوئی مسئلہ کی ضرورت پیش آتی، تو جناب کتاب کے صفحے بھی بتایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ میانوالی میں تشریف فرما تھے۔ گلو بازار میں عصر کی نماز آپ نے پڑھی۔ ایک مولانا صاحب جو کہ حضرت مولانا فخر الدین صاحب گانگوی رحمۃ اللہ کے مدرسہ میں پڑھ رہے تھے۔ مولانا سے نماز میں خلل واقعہ ہوا تو آپ نے مولانا صاحب کو کہا کہ آپ کو سجدہ سہو لازم تھا آپ نے نہیں کیا۔ لہٰذا نماز کا اعادہ کرنا ضروری ہے۔ مولانا صاحب نے کہا کہ سجدہ سہو لازم نہیں تھا تو آپ نے فرمایا آپ کونسی کتاب پڑھتے ہو تو مولانا صاحب نے عرض کی ہدایہ شریف پڑھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا یہی مسئلہ ہدایہ شریف میں ہے۔ آپ ہدایہ شریف لائیں تو آپ نے کھول کر مسئلہ دکھا دیا جیسے آپؒ نے فرمایا اس طرح مسئلہ ہدایہ شریف میں تحریر تھا، لہٰذا دوبارہ نماز پڑھائی گئی۔

کافی عرصہ سے چاند گاڑی کی بات چلی تو قبلہ وکعبہ حضرت خواجہ خواجگان خواجہ نظام الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپؒ کو فرمایا کہ آپ عرس مبارک پر آئیں اور اس چاند گاڑی کے مسئلہ پر روشنی ڈالیں حضرت خواجہ خواجگان خواجہ نظام الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نظرِ ولایت میں اس مسئلہ کو بیان کرنے کے لیے آپ کو حکم فرمایا۔ یہاں یہ بات ثابت ہوتی کہ باوجود اس کے کہ دربارِ عالیہ تونسہ مقدسہ سے وابسطہ مشائخ حضرات اور علما حضرات کی تعداد کم نہ تھی تب بھی آپ کو حکم فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ کی نظر ولایت میں آپ کا کیا مقام تھا۔ اسی دوران راقم آستانہ عالیہ پر حاضرِ خدمت ہوا تو آپؒ نے فرمایا کہ ہم کو قبلہ وکعبہ حضرت خواجہ صاحب نے حکم فرمایا ہے کہ عرس مبارک پر چاند گاڑی والے مسئلہ کے متعلق بیان

کریں لہٰذا تم ادھر ہمارے پاس تین دن رہ کر جملہ تفاسیر عربی کے مقامات کو نشان زد کرو، آپؒ نے آیاتِ مبارکہ لکھ کر مجھے دیں۔ ان آیات کے مقامات مختلف تفاسیر کے نکال کر پیش خدمت کرنے کا حکم فرمایا۔ جیسے آپؒ نے تین دن کا ٹھہرنے کا فرمایا تھا ایسے تین دن میں یہ کام مکمل ہوا۔ علاوہ ازیں تقویٰ و پرہیزگاری میں بھی جناب اعلیٰ درجہ پر فائز تھے۔

☆☆☆☆☆

پیرِ کامل صورتِ ظلِ الٰہ

علامہ دوست محمد شاہ غنی ☆

آپؒ ۱۹۳۳ء میں مکھڈ شریف سے ترگ شریف تشریف لائے۔ اس علاقے میں علم کی بہت کمی تھی۔ آپ نے آ کر علم کی شمع روشن فرمائی اور خلقِ خدا کو تاریکی سے روشنی کی طرف لائے۔ خانقاہِ طٰہٰ شریف کی بنیاد رکھی، مسجد و مدرسہ تعمیر فرمایا۔ جہاں اللہ کی مخلوق علم و عمل سے فیض یاب ہوئی۔ اس مدرسہ میں جس کا نام نامی "زینت الاسلام" ہے۔ بہت دور دراز شہروں سے جید علمائے کرام تدریس کے فرائض انجام دیتے ہے۔ طلبا اور اساتذہ کا بہت خیال فرماتے۔ کبھی ان کو رنجیدہ نہ ہونے دیتے۔ فارسی، عربی کی ابتدائی کتابوں سے لے کر دورۂ حدیثِ پاک تک تعلیم دی جاتی۔ پاک و ہند کے گوشے گوشے میں اس درس گاہ کا چرچا تھا۔ علمادینِ محمدی سے فیض یاب ہو کر دنیا کے گوشے گوشے میں علم کی شمع کو روشن فرمایا۔

وعظ و نصیحت کرنے والے علما کی آپ بے حد قدر کرتے۔ دور دور سے مشہور علما کو دعوت دیتے اور وہ آ کر اللہ کی مخلوق کو بذریعۂ تقریر دینِ حق سے روشناس کراتے جن میں مولانا گل شیرؒ (ملہوالی، اٹک)، مولانا علامہ عنایت اللہ صاحب، مولانا فیض رسول صاحب ملتان والے، مولانا فتح دین صاحب، مولانا سید گامن شاہ صاحب، مولانا صدیقی صاحب بھکر والے، مولانا فخر الدین گانگوی صاحب، مولانا عبدالعزیز چشتی، مولانا ------- بلکہ آپ کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ آپ ان علمائے کرام کی ہر طرح سے حوصلہ افزائی فرماتے۔

زندگی پھر آپؒ کی اللہ سے دعا رہی کوشش کرتے رہے۔ کہ پاکستان میں شرعی قوانین جاری ہوں۔ مولانا عبدالستار نیازیؒ، مولانا قمر الدین سیالویؒ، مولانا نورانیؒ جن کا سیاست سے

☆ مدرس، طٰہٰ شریف، ترگ، تحصیل عیسیٰ خیل، ضلع میانوالی

تعلق تھا۔ ہمیشہ دین کی سربلندی کے لیے ان حضرات کا ساتھ رہا۔ اسی سلسلہ میں آپؒ کی دینی محبت کا واقعہ مجھے یاد آ رہا ہے۔ بندہ جامع لوہاراں والی ترگ شریف میں خطابت کے فرائض انجام دینے میں مصروف تھا۔ ملتان میں سنی کانفرنس ہوئی۔ آپ بہت ضعیف اور کمزور تھے بذریعہ جیپ جمعہ شریف کے لیے مسجد میں تشریف فرما ہوئے۔ خطاب فرمایا، اور دین کی سربلندی کے لیے لوگوں کو کانفرنس میں شمولیت کی پُر زور دعوت دی۔ لوگوں نے نام لکھوائے، مگر جذبہ نہ دکھایا۔ آپؒ نے فرمایا۔ دوست محمد شاہ لوگوں نے میری ضعیفی کی بھی قدر نہ کی، صرف ایک بس کے آدمی تیار ہوئے۔ کم از کم دو بسیں تو ترگ شریف سے شمولیت کرتیں۔

بندہ ۱۹۵۴ء سے اس آستانہ عالیہ سے وابستہ ہے۔ مرید بھی ہوا اور زانوئے تلمذ بھی تہہ کیا۔ ابتدائی کتابیں آپ سے اور جناب استاد مولانا غلام فرید سے پڑھیں۔ آپ کو ہمیشہ سنتِ نبوی ﷺ پر عمل پیرا دیکھا۔ اکثر استاد ہر مزارات پر حاضری دیتے۔ نماز باجماعت کے سختی کے پابند تھے حتیٰ کہ ریل گاڑی کے سفر میں اگر نماز کا وقت ہو جاتا تو وہاں بھی باجماعت نماز پڑھاتے۔ فضول و مجہول فتویٰ بازی سے بچتے۔ ہاں اگر کہیں شریعت کے خلاف بات دیکھتے یا سنتے تو اس کا قلع قمع فرماتے اور برائی کو ختم کر کے دم لیتے۔

آپؒ بے حد شرم وحیا والے تھے۔ عریانی و فحاشی اور فیشن زدہ لوگوں کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ ایک دفعہ ہم سکول میں بیٹھے ہوتے تھے آپؒ ظہر کی نماز کے لیے حویلی سے باہر تشریف لائے۔ اور بندہ کو حکم دیا کہ آذان کہو۔ عرض کی یا حضرت ابھی تو وقت ہے۔ آپ نے کچھ جواب نہ دیا۔ بندہ نے آذان کہی۔ نماز پڑھی اور آپ کافی دیر مسجد میں مریدین سے ہم کلام رہے۔

راقم نے صاحبزدگان سے پوچھا کہ آج کیا بات ہے آپؒ نے نماز پہلے ادا فرمائی۔ گھر دیر سے تشریف لے گئے۔ علاؤالدین صاحب، بشیر احمد صاحب جو سکول میں پڑھتے تھے کہا، استاد جی آج کراچی سے کچھ عورتیں اور بچیاں آئیں جن کے لباس عریاں تھے، جب تک وہ واپس نہیں چلی گئیں آپ حویلی میں تشریف نہ لے گئے۔ عورتوں سے اجتناب فرماتے، دور سے سلام قبول

فرماتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک عورتوں کو مزار شریف میں داخل ہونا منع ہے۔

مدرسہ کی خاطر حکومت کی طرف سے کبھی امداد قبول نہ فرمائی۔ فرماتے تھے جس طرح ہمارے بزرگوں نے درس گاہیں چلائیں اسی طرز پر کام کریں گے۔ لنگر اور مدرسہ اللہ کے توکل پر چلتے تھے۔

دین سے ایسا پیار تھا کہ جس، جس شہر میں مرید تھے۔ وہاں دینی مدارس کی بنیاد رکھی۔ کراچی میں کئی مدرسے بنوائے اور ان کو علما و طلبا سے آباد کیا، کندھ کوٹ میں کئی مدارس کی بنیاد رکھی اور مریدین کو دین حقہ سے روشناس کرایا۔

مکھیاں، تحصیل پنڈی گھیب (اٹک) میں آپؒ کے عقیدت کیشوں کی بڑی جماعت موجود تھی۔ وہاں آپؒ نے بڑی تعداد میں مسجدیں اور مدرسے تعمیر کرائے۔

ترگ شریف میں عالیشان مسجد اور مدرسے کی بنیاد رکھ کر دینِ محمدی کے ساتھ اپنی وابستگی کو قائم فرمایا۔ عیسیٰ خیل لاری اڈا پر ایک فقیدالمثال مسجد اور مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ ''جامعہ محمدیہ نوریہ'' مدرسہ آج بھی اس دور کی عظمت رفتہ کی یاد دلاتا ہے۔

شیخ آباد، شیخانوالہ، شیخ فیروز والا الغرض جہاں کہیں آپ کے عقیدت کیشوں بستی ہوتی۔ ہر بستی میں آپ کا پہلا کام یہی ہوتا کہ جہاں ایک مسجد و مدرسہ کی بنیاد رکھی جائے۔

خداداد فراست سے آنے والے کو جان جاتے تھے۔ منافقین اور گستاخانِ رسول کو نزدیک نہیں بھٹکنے دیتے تھے۔ درویشوں سے بے حد پیار اور محبت سے پیش آتے تھے۔ ایک دن دل میں خیال کہ سائیں مجھے چاہتے بھی ہیں یا خود بخود ان کے پلے پڑ گیا ہوں۔ آج اگر آپ نہ بلائیں تو نہ جاؤں گا۔ خدا گواہ ہے کہ دل میں خیال کا آنا تھا، تھوڑی دیر گزری کہ آپ کی طرف بلانے والا آ گیا کہ تم آئے کیوں نہیں۔ میں نادم ہوا کہ آئندہ ایسا خیال قریب بھی نہ بھٹکنے دوں۔

ایک رات ماہِ رمضان شریف میں ستائیسویں کو ختم تھا۔ راقم بھی شہر سے تراویح پڑھ کر ختم میں شرکت کرنے حاضر ہوتا تھا۔ راستے میں آتے ہوئے دل میں خیال آیا کہ آج پیر صاحب مجھے

مٹھائی تقسیم کرنے کا حکم دیں تو بڑا مزہ آئے۔ شہر میں مٹھائی بانٹنے کا کام حق نواز خان کالا سے کرتے تھے۔ خدا گواہ، چوں کہ بندہ آخر میں آیا تھا، آخری صف میں آکر بیٹھ گیا، ختم شریف ہو چکا دعا مانگی گئی۔ اچانک پیر کامل نے فرمایا! دوست محمد شاہ نہیں آیا۔ آج مٹھائی انھیں دو، تا کہ وہ تقسیم کریں۔ مجھے یقینِ کامل ہو گیا۔ پیر کامل کی نگاہ دلوں پر ہوتی ہے۔ اسی لیے تو کسی نے سچ کیا ہے کہ علما کی محفل میں جاؤ، تو زبان تھام کر رکھو اور اللہ والوں کی صحبت میں جاؤ تو دل تھام کر بیٹھو۔

زندگی میں آپ کی بے حد کرامات ہیں۔ غلام رسول خان جلندھر خیل کی زبانی آپ ایک دن اپنے حجرہ میں تشریف فرما تھے، میں اور چند ایک دوسرے عقیدت کیش بھی وہاں موجود تھے۔ اچانک بادل گرجا، بجلی چمکی یوں محسوس ہوا روشندان سے وہ روشنی داخل ہوئی اور جناب پیر و مرشد کے قدموں تک اسے آتے دیکھا اور کسی کو نقصان پہنچائے بغیر روشنی گم ہو گئی۔ آپ کے ترگ شریف تشریف لانے کے ابتدائی دور میں مکانات بنانے کے لیے اینٹیں بنا کر پختہ کرنے کے لیے بھٹی جلائی گئی۔ ایک موقع پر گہرے بادل اُمڈ آئے۔ مریدین نے عرض کی، یا حضرت دعا کریں۔ بارش نہ ہو، ورنہ تمام بالن (لکڑیاں) گیلی ہو جائیں گی۔ آپؒ نے فرمایا۔ آپ جاؤ۔ اللہ پاک رحم فرمائے گا۔ کہتے ہیں آپ کی دعا کی برکت سے اردگرد بارش ہوتی رہی۔ جتنے تک بھٹی کا ایندھن تھا، بارش کا ایک قطرہ بھی نہ گرا۔

غالباً ۱۹۶۴ء کی بات ہے۔ میرا، ایک بہت پیارا دوست جو ابھی تک بقیدِ حیات ہے۔ اور اس کا اسم مبارک ملک محمد اکبر ہے جو عیسیٰ خیل کے رہنے والا ہے۔ ان دنوں بندہ ٹبہ شریف کے پرائمری سکول میں بطورِ ملازم فرائض انجام دیتا تھا۔ دو بجے کے قریب ملک صاحب آیا اور مسجد میں نماز کی خاطر روانہ ہوتے ہوئے راستے میں بولا، شاہ جی میں تو وہابی بننا چاہتا ہوں کیا وجہ ہے۔ یار: غریب آدمی ہوں، میرے بیٹے نے میٹرک میں فسٹ ڈویژن لی ہے۔ نوکری کے لیے جہاں جاتا ہے، میڈیکل ان فٹ قرار دیا جاتا ہے۔ پیروں، فقیروں سے دعا کرا کر تھک چکا ہوں، منظور نہیں ہوتیں۔ نماز سے فارغ ہوئے قبلہ مرشد کی خدمت میں عرض کی۔ جناب اکبر یہ پرانا ساتھی اچھے

عقیدے کا مالک ہے۔ صرف بچے کی نوکری نہیں لگتی اور تنگ آ کر اپنے پیارے مسلک کو چھوڑ کر وہابی بننا چاہتا ہے۔ آپ نے فرمایا ملک صاحب اتنی سی بات پر تنگ آ گئے ہو۔ حضور کیا کروں مجبور ہوں آپ نے فرمایا فکر نہ کرو اللہ رحم فرمائے گا۔ تعویذ لکھ دیں گے۔ صاحبزادگان میں سے غالباً علاؤالدین تھے تعویذ کے لیے ابا جان کے پاس بھیجا۔ تعویذ لے آئے اور کہا کہ ابا جان فرما رہے تھے بچے کا نام نہیں بتایا میں نے لکھ دیا ہے۔ میں نے ملک صاحب سے کہا کہ تیرے بیٹے کا کام اللہ کے فضل سے ہو جائے گا۔ ایسا ہی ہوا۔ پی۔ ایف کی بھرتی کے لیے تحریری امتحان میں کامیاب ہوا تو میڈیکل کی باری آئی۔ تعویذ بازو پر باندھا ہوا تھا ڈاکٹر نے پوچھا بازو پر کیا باندھ رکھا ہے۔ عرض کی غریب کی سفارش ہے بولا ایسی بات ہے تو پھر ڈاکٹر کی کیا ضرورت ہے۔ جاؤ کامیاب ہو۔ دورانِ سروس مختلف کورسز کی خاطر بیرونِ ملک گیا۔ کبھی کسی نے اس کے کام پر اعتراض نہ کیا۔ ریٹائر ہو کر واپس آیا تو پھر ابوظہبی چلا گیا۔ بائیس سال ہو رہے ہیں ابھی تک وہاں ڈیوٹی انجام دے رہا ہے۔ بڑے بیٹے ذیشان کو بھی گھر بیٹھے ابوظہبی کے لیے بھرتی کر لیا گیا۔ یہ ہر لحاظ سے آرام و سکون کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ سچ ہے۔

نگاہِ ولی میں یہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

سخاوت کا یہ عالم تھا کہ جو بھی درِ دولت پر آیا، خالی نہ گیا۔ آپ کے عہد میں اکثر عربی حضرات امداد کے لیے تشریف لے آتے۔ آپ ان کی دل کھول کر مدد فرماتے۔ وہ دعائیں دے کر چلے جاتے۔ مدرسہ کے طلبا و اساتذۂ کرام کا ہر طرح سے خیال فرماتے۔ تنخواہ کے علاوہ اکثر ان لوگوں کی مدد فرماتے۔ اگر کوئی سائل آ جاتا تو خوش ہوتے مالی تعاون کے علاوہ جسم کے کپڑے تک خیرات کر دیتے۔

عشق مصطفیٰ کا یہ عالم تھا جب بھی مدینہ کا ذکر ہوتا آنکھوں سے اشکوں کی جھڑیاں لگ جاتیں۔ نعت خواں حضرات سے اکثر نعتیں سنتے ان کی دل کھول کر مدد فرماتے۔ محفلِ سماع میں

عقیدت کیش بھی ہزار ہا روپے کے نذرانے پیش کرتے سب کے سب قوالوں اور نعت خوانوں کی نظر کر دیتے۔

سادگی ایسی کہ اس پر بناؤ قربان، صاف ستھرا سادہ لباس زیب تن کر کے جب محفل میں تشریف فرما ہوتے تو یوں محسوس ہوتا تو دیکھنے والوں کی آنکھوں کو طراوت ملتی۔ چہرے کی وجاہت، پیشانی کی چمک دمک نورانیت میں الگ امتیازی وصف تھا۔ کیا خوب کہاں گیا۔ ''نہیں محتاج زیور کا جسے خوبی خدا نے دی۔'' جب بھی حویلی کے اندر جانے کا اتفاق ہوتا تو یوں محسوس ہوتا کہ گویا سرائے میں داخل ہو گئے ہیں۔ قافلہ ابھی اس جگہ کو چھوڑ کر چلا جائے گا۔ دنیا کو فانی سمجھتے تھے۔ ٹھاٹھ باٹھ سے نفرت تھی۔

علم میں کمال کا یہ عالم کہ تھوڑے عرصہ میں ہی ترگ شریف کو علمی مرکز مانا گیا۔ ایک دفعہ آپ حج پر تشریف لے گئے۔ نمازِ عید الضحیٰ جناب قاری فتح نور صاحب نے پڑھائی۔ قرأت میں کچھ کمی بیشی واقع ہوئی۔ جناب مولانا محمد حیات صاحب نے فتویٰ دیا کہ عید نہیں ہوئی۔ شہر میں گلی گلی ڈھنڈورا پیٹا کہ نفل پڑھے جائیں ایک عذب بپا ہو گیا۔ جب آپ حج سے واپس تشریف لائے۔ اس مسئلے کا پتہ چلا تو مولوی محمد حیات صاحب کو بلا کر فرمایا آپ نے یہ مسئلہ کہاں دیکھا کہ نمازِ عید نہیں ہوئی۔ عرض کی جناب رکن دین میں لکھا ہوا تھا آپ نے فرمایا۔ شامی کی جلد چہارم پر حاشیہ پر لکھا ہوا پڑھا ہے۔ پہلے مطالعہ کرو۔ بندہ نے سات سال تک علمِ فتویٰ کے لیے کتب کا مطالعہ کیا۔ پڑھتے پڑھتے گھٹنوں پر گھٹے پڑ گئے۔ اللہ پاک کا اتنا کرم ہے ''کتب خانہ'' میں رکھی ہوئی کتابوں میں مسائل ہیں کتاب اور صفحہ نمبر ابھی تک یاد ہے۔ مگر فتویٰ دینے میں پہل نہیں کرتا۔ میری زندگی کا اصول ہے کہ جب طلبا کو سبق پڑھتا ہوں تو پہلے مطالعہ کرتا ہوں، کہ کہیں ایسا نہ ہو۔ دورانِ سبق طالبِ علم سوال کرے اور میں جواب نہ دوں یا ٹال جاؤں۔ دوسرا یہ اصول ہے کہ فتویٰ پہلے دستخط نہیں کرتا۔ تحقیق کے لیے دوسرے علما سے دستخط کراتا ہوں۔

تبلیغ سے محبت اس قدر تھی عمر کہ آخری حصہ میں کافی کمزوری آ جانے کے باوجود تبلیغ

کے پروگرام مرتب فرماتے اوراس کے مطابق دین کی تبلیغ کی خاطر مختلف مقامات پر تشریف لے جاتے ۔ایک دفعہ بندہ سے پروگرام لکھوار ہے تھے۔لکھوانے کے دوران بے ہوش گئے ۔ہوش میں آئے تو بندہ نے عرض کی۔ جناب جب آپ کی طبیعت درست ہوجائے گی تو پروگرام بنالیں گے۔ آپ سخت غصے ہوئے۔اس سے پہلے کبھی راقم پر غصہ نہ کیا تھا۔فرمایا! قریشی صاحب اللہ کے پاس جاتے جاتے اپنے فرضِ منصبی کو بھول جاؤں۔لکھو بندہ نے پھر وہ تبلیغی دورے کا پروگرام لکھا۔

آپ کراچی میں تھے۔وہاں وصال فرمایا۔ جو ساتھی آپ کی خدمت تھے، کہتے ہیں آخری وقت آپ کی زبان مبارک پر محمد رسول اللہ، احمد رسول اللہ ﷺ کا ورد جاری رہااورداعی اجل کو لبیک کہااوراللہ کو پیارے ہوئے۔

خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ آپؒ کے وصال کی خبر ترگ شریف سب سے پہلے بندہ کو ملی۔روتا ہوا ٹبہ شریف پر پہنچا۔جناب صاحبزادہ محمد علاؤالدین صاحب سے ملاقات ہوئی۔مجھے روتا دیکھ کر فرمایا استاد جی کیا بات ہے؟ کیا تکلیف ہے بتاؤ تو سہی۔بندہ ہزار مشکل سے آپ کی وفات کی خبر نہ بتا سکا۔آپ نے فرمایا استاد جی یہ بات درست نہ ہوگی کسی نے افواہ پھیلائی ہوگی۔کل آپ کا نامہ مبارک آیا ہے۔میں ابھی لاکر آپ کو دکھاتا۔خط لائے۔خط میں لکھا تھا۔''بیٹا میں اب چلنے پھرنے سے معذور ہوں۔تبلیغِ دین میں سستی ہو رہی ہے چاہتا ہوں موٹر ہو جس پر بیٹھ کر قریہ قریہ شہر شہر جا کر دینِ حق کی تبلیغ کروں میرے پاس رقم کی کمی ہے۔بیٹا آپ مجھے بیس پچیس ہزار روپیہ مستعار دیں تا کہ گاڑی خرید سکوں۔بہت جلد آپ کو یہ رقم ادا کردوں گا۔یہ تھا تبلیغ دین سے پیارا کا عالم۔خدارحمت کنداین عاشقان پاک طینت را۔

☆☆☆☆☆

منقبت

حضرت خواجہ زین الدینؒ چشتی نظامی ترگ شریف (میانوالی)

_______ خالد محمود نقشبندی مجددی

زین الدینؒ وَلی قبلۂ اہلِ دیں
تو ہے دُرجِ ولایت کا دُرِّ ثمیں

لا الہ کی تفسیر تیری نظر
مصدرِ ہر ضیاء تیری لوحِ جبیں

شہ سلیماںؒ کی آنکھوں کا تارا ہے تو
آئینہ دار حُسنِ نظام الدیںؒ

تیرا حُسنِ تصور ہے مشکل کُشا
ہر توجہّ ہے تیری کرم آفریں

عشق کا دین و ایماں ہے تیری نظر
تیرے دامن کا سایہ ہے خُلدِ بَریں

تیرے در سے ملی نسبتِ مصطفیٰ ﷺ
تیری نسبت ہے سب عظمتوں کی امیں

تیری نسبت نے روشن کیا ہے مجھے
تو اُجالا ہے میرا میں کچھ بھی نہیں

نازنینوں نے بھی ناز اٹھائے میرے
درد تیرا ہوا جب سے دل میں مکیں

جس نے دیکھا تجھے دیکھتا ہی رہا
تو نے پائے ہیں انداز کتنے حسیں

یہ بھی تیرا کرم ہے یہ تیری عطا
ڈگمگاتا نہیں ہے جو میرا یقیں

میرے ماتھے کا جھومر ہے نسبت تیری
عشق تیرا ہے خاتم دل کا نگیں

منبعِ فیض ہے آستانہ تیرا
آسماں ہے ترے آستاں کی زمیں

سوئے خالدؔ بھی ہو اِک نگاہِ کرم
آسمانِ ولایت کے ماہِ مُبیں

❁

منقبت

حضرت خواجہ زین الدینؒ چشتی نظامی ترگ شریف (میانوالی)

______ عمر حیات منور (ترگ شریف، میانوالی)

اے علمبردارِ حق اے صاحبِ جود و سخا
ناز خود کرتی ہے تیری ذات پر جنسِ وفا

ملتِ بیضا کو تو نے کر دیا ہے سرفراز
تیری ہستی ہے جہاں میں قابلِ صد فخر و ناز

زندگی بھر خدمتِ اسلام تو کرتا رہا
جس سے ہو راضی خدا وہ کام تو کرتا رہا

کیوں نہ ہو لطف و کرم تجھ پہ خدائے پاک کا
عشق ہے سینے میں تیرے صاحبِ لولاک کا

اہلِ حق کی عمر بھر کرتا رہا تو جستجو
نقشِ پا آئے نظر تیرے جہاں میں چار سو

عظمتِ اسلام پر پیہم رہی تیری نظر
دشمنانِ دین سے ہر دم رہا تو باخبر

تیری محفل ہے زمانے کے لیے ایماں فروز
پھول رحمت کے برستے ہیں جہاں پر شب و روز

درس سے تیرے یہاں شاہین بچے پیدا ہوئے
پرورش پا کر یہیں سے جو فلک پیما ہوئے

ہیں تیری سب درسگاہیں قابل صد افتخار
روزِ روشن کی طرح شہرت ہے جن کی آشکار

فیض حاصل کر رہے ہیں جن سے ہر خورد و کلاں
جس سے تابندہ رہے گا نام تیرا جاوداں

تو نہیں لیکن تیرا پیغام ہر محفل میں ہے
تو ہماری روح میں ہے تو ہمارے دِل میں ہے

ماہِ رحمت بس تیری تربت پہ تابانی کرے
گردشِ شام و سحر جس کی نگہبانی کرے

☆☆☆☆

سالانہ عرس مبارک کا ایک روح پرور منظر

سالانہ عرس مبارک کا ایک روح پرور منظر

حضرت خواجہ غلام اللہ بخش خان تونسوی مدظلہ العالی کے ساتھ

حضرت غلام معین الدین المعروف چن پیر، سجادہ نشین ٹبہ شریف، ترگ

مرقدِ پُر انوار حضرت خواجہ مولانا غلام زین الدین ترگویؒ

زیر تعمیر جامع مسجد طبہ شریف، ترگ

QINDEEL E SULEMAN

ماڈل جامع مسجد ٹبہ شریف، ترگ